

اصلي اہل سنت کون؟

اصلي اہل سنت

کون؟

ڈاکٹر سید طیب الرحمن

ناشر

المعهد الاسلامي للدراسات الاسلاميه والعصريه

St.64, G-11/2

اسلام آباد

WWW.IRCPK.COM



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالیٰ کا اس امت پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے دین مکمل کر دیا۔ اب کسی دوسرے دین یا نبی کی ضرورت نہیں رہی۔ اسی لئے آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ فرمایا: **الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔** آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور اسلام کو تمہارے لئے بطور دین پسند کیا ہے (المائدہ: ۳)

نبی رحمت ﷺ نے فرمایا میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں۔ جن کو جب تک پکڑے رکھو گے گمراہ نہ ہونے پاؤ گے۔ ایک اللہ کی کتاب دوسرے اس کے رسول کی سنت ﷺ (مؤطا امام مالک)۔

صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ سے یہی دو چیزیں سیکھیں۔ قرآن مجید کے الفاظ سیکھے اور اس کا مفہوم سمجھا۔ الفاظ قرآن یا ذکر کرنے والے تو خاص خاص تھے جبکہ قرآن کے معانی کا علم عام و خاص سب نے حاصل کیا۔ صحابہ کرامؓ سے زیادہ قرآن حکیم کا علم جاننے والا اور سنت کو سمجھنے والا کوئی اور نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس کتاب و سنت کے علاوہ کوئی ایسا کلام نہ تھا جس کو وہ پڑھتے اور تفقہ حاصل کرتے۔ ان کے پاس دو ہی باتیں تھیں ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول نے کیا کہا ہے اور دوسری یہ کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ انہوں نے یہ دین براہ راست اللہ کے نبی ﷺ سے حاصل کیا۔ انہیں اسناد، راویوں کے حالات۔ سند کی کمزوریوں اور جرح و تعدیل میں جانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ انہوں نے نزول قرآن، اسباب نزول اور تفسیر قرآن کا براہ راست مشاہدہ کیا۔ اپنے کانوں سے احادیث رسول ﷺ سنی۔ آپ کے حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ آپ کی دعوت کو اپنے دلوں سے محسوس کیا۔ اسی لئے صحابہؓ کے بعد میں آنے والے مسلمان صحابہؓ جیسا فہم حاصل نہیں کر سکتے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اصلی اہل سنت کون؟

یہ امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی اور ان میں سے ایک (نجات پانے والی) جماعت وہ ہوگی جو اس راستہ پر چلے گی جس پر آج میں اور میرے صحابہ ہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی)۔

معلوم ہوا کہ نجات پا جانے والی جماعت کا خاص اصول اللہ کی کتاب، اس کے رسول کی سنت اور طریق صحابہؓ ہے۔ یہ اصول انہیں دوسرے گمراہ فرقوں سے الگ کرتا ہے۔ پھر تابعین ان صحابہؓ کے بہترین جانشین ثابت ہوئے۔ انہوں نے اپنے بعد آنے والے تبع تابعین اور آئمہ دین تک یہ دین بخوبی پہنچایا۔ جب فرقہ بندی شروع ہوئی تو فرمان رسول کے مطابق ایک جماعت نبی رحمت ﷺ اور صحابہ کے طریق پر جمع رہی۔ انہوں نے اللہ کی رسی کو تھام کر اللہ کے اس فرمان پر عمل کیا۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا۔

”اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور فرقے نہ بنو۔“

جنہوں نے اللہ کی رسی (کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع سلف) کو تھاما انہیں اہل سنت والجماعت، اہل حدیث، سلفی اور طائفہ منصورہ کہا گیا۔ یہاں کسی فرقہ کے نہیں ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ ”مذہب اہل سنت قدیم مذہب ہے جو کہ اس وقت بھی موجود تھا جب ابوحنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے کیونکہ یہ تو صحابہ گرام کا مذہب تھا۔ جنہوں نے اسے نبی رحمت ﷺ سے لیا تھا۔ (منہاج المستہ)۔ جب بدعات نے جنم لیا تو علماء اہل سنت نے محسوس کیا کہ رسول اکرم ﷺ کے نام پر دروغ کوئی شروع ہو چکی ہے تو انہوں نے احادیث کی اسناد اور رجال کی چھان پھٹک شروع کی۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لوگ اسناد کے بارے میں باز پرس نہیں کیا کرتے تھے جب فتنے قیوم پذیر ہوئے تو یہ پوچھا جانے لگا کہ اس روایت کے راوی کون

ہیں؟ اگر راوی اہل سنت ہوتے تو روایت قبول کر لی جاتی اور اگر راوی اہل بدعت ہوتے تو قبول نہ کی جاتی۔ (مقدمہ مسلم)

جب اسناد اور رجال کے بارے میں چھان پھٹک شروع ہوئی تو جن علماء اہل سنت نے علم حدیث کا اہتمام کیا وہ اہل حدیث، اصحاب الحدیث اور اہل علم کہلوائے۔

اہل سنت والجماعت کا منہج:

- (i) اہل سنت کے عقائد، تصورات، عبادات اور معاملات کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے کیونکہ اللہ کے کلام سے اوپر کسی کا کلام نہیں اور رسول کے طریقے سے اوپر کسی کا طریقہ نہیں ہے۔
- (ii) اہل سنت کے ہاں محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی شخص بھی معصوم نہیں۔ آئمہ بھی معصوم نہیں ہیں اسی لئے اصل پیشوا محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ آپ کے سوا ہر کسی کی بات قبول بھی کی جاسکتی اور رد بھی کی جاسکتی ہے۔
- (iii) اہل سنت کے ہاں دین کے علم میں صحابہ کرامؓ سب سے بڑھ کر ہیں چنانچہ ان کے اجماع کی مخالفت جائز نہیں۔ ان کے بعد میں آنے والے لوگوں کیلئے انکا اجماع حجت قرار پایا۔ جن امور میں انہوں نے اختلاف کیا تو بھی حق ان کے قول ہی میں منحصر ہے۔
- (iv) اہل سنت کسی قول یا اجتہاد کو قرآن و سنت اور اجماع صحابہؓ پر پیش کرنے سے پہلے قبول نہیں کرتے چاہے وہ کسی کا بھی ہو۔
- (v) اہل سنت کسی رائے، عقل، وجدان، کشف یا ذوق کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کے مقابلے میں کوئی اہمیت نہیں دیتے۔
- (vi) اہل سنت بیشتر اہم اصولوں پر متفق ہیں۔ یہ اصول ان کے عقائد کی ترجمانی کرتے ہیں۔ جو شخص ان اصولوں سے اختلاف کرتا ہے وہ اہل سنت کے مخالف فرقوں میں چلا جاتا ہے۔

اصلی اہل سنت کون؟

(vii) اہل سنت کے ہاں بعض ایسے اجتہادی امور بھی ہیں۔ جن میں ایک سے زیادہ رائے ہو سکتی ہیں۔ ان میں سلف سے بھی اختلاف منقول ہے۔ ایسے مسائل میں اختلاف کرنے والے کو گمراہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اہل سنت کا منہج جاننے کے بعد یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ آج علماء دیوبند اہل سنت ہونے کے زبردست دعویدار ہیں مگر حقیقتاً طریق صحابہؓ سے ان کا تعلق نہ ہونے کی بناء پر وہ صرف لفظی دعویدار ہیں۔ کسی گروہ کے عقائد اس گروہ کے علماء اور اکابرین طے کرتے ہیں۔ آئیے دیکھتے ہیں کہ ہمارے ملک میں حنفیت کے دعویدار مسلک دیوبند کے علمبرداروں کا مسلک کیا ہے؟

جناب محمد یوسف بنوری صاحب لکھتے ہیں:

”اکابر علماء دیوبند کا مسلک وہی ہے جو مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالعزیز کا تھا..... ایک طرف امام ابن تیمیہؒ کی جلالت قدر کا اعتراف کرتے ہیں اور دوسری طرف شیخ محی الدین ابن عربی کے کمالات کا اعتراف ہے۔ (مسلک علماء دیوبند) خلیل احمد سہارنپوری اپنے مشائخ کا تعلق سلاسل صوفیہ میں نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ اور سہروردیہ سے جوڑتے ہیں۔ (المہند علی المفند، ص ۲۹)۔

قاری طیب صاحب مسلک علماء دیوبند کو شاہ ولی اللہ، قاسم نانوتوی، رشید احمد گنگوہی، حاجی امداد اللہ مہاجرکی، مجدد الف ثانی اور سید احمد بریلوی سے جوڑتے ہیں (مسلک علماء دیوبند)۔ اسی طرح اشرف علی تھانوی، انور شاہ کشمیری اور مولوی محمد زکریا صاحب کا بھی علماء دیوبند میں ایک خاص مقام ہے۔ جب ان علماء دیوبند کے عقائد کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے موازنہ کرتے ہیں تو بنیادی امور میں واضح فرق معلوم ہوتا ہے۔ علماء دیوبند کے چند عقائد کا قرآن و سنت کی روشنی میں جائزہ ملاحظہ فرمائیں:

ماخذ دین : اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما كان الله ليطلعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء فامنوا بالله ورسوله (آل عمران ۱۷۹)

”اور اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے (غیب بذریعہ وحی بتانے کیلئے) منتخب کر لیتا ہے۔ پس تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔“

معلوم ہوا کہ ہم رسولوں سے آزاد ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکامات نہیں جان سکتے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ سے براہ راست سننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے فرمایا:

ومن اظلم ممن افترى على الله كذبا (هود: ۱۸)

”اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔“

مگر علماء دیوبند اس شخص کو اللہ کا ولی جانتے ہیں جو احادیث رسول سننے سے انکار کرے اور براہ راست اللہ تعالیٰ سے سننے کا دعویٰ کرے۔

ملاحظہ فرمائیں:

”ابدال میں سے ایک شخص نے خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم نے اپنے سے زیادہ مرتبہ والا بھی کوئی ولی دیکھا؟ فرمانے لگے ہاں دیکھا ہے۔ میں ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں

مسجد نبوی میں حاضر تھا۔ میں نے امام عبدالرزاق محدث کو دیکھا کہ وہ احادیث سن رہے ہیں اور مجمع ان کے پاس احادیث سن رہا ہے۔ مسجد کے ایک کونے میں ایک جوان گھٹنوں پر سر رکھے

علیحدہ بیٹھا ہے۔ میں نے اس جوان سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں کہ مجمع حضور اقدس ﷺ کی

حدیثیں سن رہا ہے۔ تم ان کے ساتھ شریک کیوں نہیں ہوتے؟ اس جوان نے نہ تو سر اٹھایا

اور نہ ہی التفات کیا اور کہنے لگا اس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزاق کے عبد (عبدالرزاق محدث) سے

حدیثیں سن رہے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو خود رزاق (اللہ تعالیٰ) سے سنتے ہیں نہ کہ اس کے

عبد سے۔ خضر نے فرمایا اگر تمہارا کہنا حق ہے تو بتاؤ کہ میں کون ہوں؟ اس نے سر اٹھایا اور

اصلی اہل سنت کون؟

کہنے لگا کہ اگر فرست صحیح ہے تو آپ خضر ہیں۔

خضر فرماتے ہیں اس سے میں نے جانا کہ اللہ کے بعض ولی ایسے بھی ہیں جن کے علو مرتبہ کی وجہ سے میں ان کو نہیں پہچانتا۔ حق تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہم کو بھی ان سے نفع پہنچائے آمین۔ (فضائل حج صفحہ ۹۴، فیضی کتب خانہ لاہور)

بتائیے کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع سلف صالحین کا خاص الخاص اصول کی بجائے براہ راست اللہ سے سننے کے دعویداروں کو اللہ کا ولی ماننے والے دیوبندی صوفیا اہل سنت کیسے ہو سکتے ہیں؟ یہ صحابہ کرامؓ کی بجائے ابن عربی اور بایزید بسطامی کے پیروکار ہیں۔ بایزید بسطامی شریعت اسلامیہ کے ماخذ پر تنقید کرتے ہوئے کہتا ہے ”تم نے اپنا علم فوت شدہ بزرگوں سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اپنا علم اس ذات سے حاصل کیا ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور اس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔ ہم کہتے ہیں میرے دل نے اپنے رب سے بیان کیا اور تم کہتے ہو کہ فلاں نے مجھ سے حدیث بیان کی۔ وہ کہاں ہے۔ جواب ملتا ہے مر گیا۔ پھر اس فلاں نے فلاں سے بیان کیا۔ وہ کہاں ہے؟ جواب ملتا ہے کہ مر گیا ہے۔ (فتوحات مکیہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

انما العلم بالتعلم (بخاری تعلیقاً)

”علم پڑھنے پڑھانے سے حاصل ہوتا ہے۔“

مگر صوفیاء دیوبند پڑھنے پڑھانے کی بجائے عین بیداری میں رسول اللہ ﷺ کی روح پر فتوح سے ملاقات کر کے احادیث سنتے ہیں۔

1۔ شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اگر سچ پوچھتا ہے تو میں قرآن مجید کا ایسا ہی بلا واسطہ شاگرد ہوں جیسا کہ روح پر فتوح حضرت رسالت مآب ﷺ کا اولیس ہوں۔ (الفوز الکبیر مترجم مولوی رشید احمد انصاری ص ۷۶)

شاہ ولی اللہ صاحب نے درمبین فی مبشرات النبی نامی کتاب لکھی جس میں چالیس احادیث جمع کیں جو ان کے والد شیخ عبدالرحیم نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھیں۔

صوفیاء و یو بند نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمیں عین بیداری کی حالت میں غیبی معاملات کے حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس کا نام مکاشفہ رکھا اور یہ دعویٰ کیا کہ مکاشفہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ تبلیغی جماعت کے سابق امیر مولوی محمد زکریا صاحب کے ذاتی روزنامہ سے ان کے مرید محمد اقبال صاحب نے چالیس مکاشفات بچتہ القلوب میں جمع کئے۔ چند مکاشفات یعنی بیداری میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات، ”ملاحظہ فرمائیں“:

۴/ رجب ۱۳۹۸ھ، بروز جمعہ حضور اکرم ﷺ نے عبدالحفیظ سے (مکاشفہ میں) فرمایا کہ زکریا کی خدمت کرتے رہو۔ اس کی خدمت میری ہی خدمت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میں اکثر اس کے حجرہ میں جانا رہتا ہوں۔

۱۰/ صفر ۱۴۰۰ھ آج دوپہر کو حضور اقدس ﷺ مدرسہ علوم شرعیہ کے کمرے میں تشریف لائے (قیام گاہ حضرت شیخ) اور فرمایا کہ انہیں (شیخ کو) ظہر کی نماز پڑھانے آیا ہوں۔

۳۔ ۲۳ رجب ۱۴۰۰ھ بعد عشاء عزیز عبدالحفیظ نے صلوٰۃ و سلام کے بعد میری (حضرت شیخ کی) طرف سے حضور سے عرض کیا کہ حرمین کا رمضان چھوڑ کر پاکستان (فیصل آباد) اس لئے جا رہا ہوں کہ وہاں لوگوں کو اللہ اور اس کے حبیب کا نام لینا آ جائے۔ اس کیلئے دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس سے بڑھ کر کون سا کام ہو سکتا ہے؟ پھر فرمایا کہ حرمین کا ثواب تو انشاء اللہ کہیں گیا نہیں۔ پھر بہت دیر تک دعا فرماتے رہے۔ اس کے بعد بہت وقار سے فرمایا کہ ہمیں تو فیصل آباد کا خود بھی اہتمام ہے۔ انشاء اللہ میں اپنے عصا سمیت وہاں موجود رہوں گا۔ (بہ جتہ القلوب)

تارمین کرام۔ وفات رسول کے بعد کسی صحابی، تابعی اور امام نے رسول اللہ ﷺ سے بیداری میں ملاقات کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس لئے یہ صوفیاء صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین

اصلی اہل سنت کون؟

کے نقش قدم پر نہیں ہیں۔ اس لئے یہ اہل سنت والجماعت ہونے کے جھوٹے دعویدار ہیں۔

وحدۃ الوجود:

مولوی محمد یار محمد یہ گڑھی شریف رحمۃ اللہ علیہ کو خدا قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”گر محمد نے محمد کو خدا امان لیا پھر تو سمجھو کہ مسلمان ہے و غابا نہیں

بریلوی علامہ سید احمد سعید کاظمی صاحب اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”قبلہ حضرت مولانا محمد یار صاحب کا یہ شعر اور اس جیسی دوسری عبارات (جو

مسلم بین القریین علماء کی کتابوں میں بکثرت پائی جاتی ہیں) مسئلہ وحدۃ الوجود پر مبنی ہے جس

کا خلاصہ یہ ہے کہ تعینات سے قطع نظر کر کے موجود حقیقی یعنی ما بہ الوجودیت حق سبحانہ

و تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں..... مولانا محمد یار صاحب کے شعر کا مضمون شیخ اکبر محی الدین ابن

عربی کے کلام میں ہے۔ فتوحات مکیہ جلد ثانی ص ۱۲۷ میں ہے۔ ”تم محمد عظیم الشان صلی اللہ علیہ وسلم کو

محمد گمان کرتے ہو جیسے تم سراب کو دور سے دیکھ کر پانی سمجھتے ہو اور وہ ظاہری نظر میں پانی ہی

ہے مگر حقیقتاً آب نہیں ہے بلکہ سراب ہے۔ جب تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آؤ گے تو تم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پاؤ گے بلکہ صورت محمدیہ میں اللہ تعالیٰ کو پاؤ گے اور رویت محمدیہ میں اللہ تعالیٰ کو

دیکھو گے۔

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے کلام میں اسی قسم کا مضمون موجود ہے۔ انتباہ

کے ص ۹۰ پر فرماتے ہیں.....

انور شاہ کشمیری اپنی کتاب فیض الباری میں لکھتے ہیں۔ کنت سمعہ الذی کے یہ معنی بیان کرنا کہ

بندہ کے کان، آنکھ وغیرہ اعضاء حکم الہی کی نافرمانی نہیں کرتے حق الفاظ سے عدول کرنا ہے۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے قول (کنت سمعہ الذی) میں کنت صیغہ متکلم اس بات پر دلالت کرتا

ہے کہ متقرب بالنوافل یعنی بندہ میں سوائے جسد و صورت کے کوئی چیز باقی ہی نہیں رہی۔ اور اس

میں صرف اللہ تعالیٰ ہی متصرف ہے۔ اور یہی وہ معنی ہیں جن کو صوفیائے کرام فنا فی اللہ سے تعبیر کرتے ہیں..... حدیث مذکور (فکلت سمعہ) میں وحدۃ الوجود کی طرف چمکتا ہوا اشارہ ہے اور ہمارے شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کے زمانہ تک اس مسئلہ وحدۃ الوجود میں بڑی تشدد اور حریص تھے۔ میں اس کا قائل تو ہوں لیکن تشدد نہیں ہوں۔ (فیض الباری جلد رابع ص ۴۲۸)

پھر کاظمی صاحب شاہ ولی اللہ اور شاہ عبدالرحیم کے اقوال پیش کر کے لکھتے ہیں مولانا محمد یار پر کفر کا فتویٰ لگانے والے آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ شاہ ولی اللہ اور ان کے والد ماجد دو موجود حقیقی جاننے کو کفر حقیقی فرما رہے ہیں۔

الحاصل مولانا محمد یار صاحب کے اشعار کا مہذب مسئلہ وحدۃ الوجود ہے۔ اگر وحدۃ الوجود کو شرکیہ عقیدہ کہا جائے تو تمام مشائخ دیوبند کافر و مشرک قرار پائیں گے کیونکہ وہ سب وحدۃ الوجود پر تشدد ہیں..... نتیجہ ظاہر ہے کہ مولانا محمد یار صاحب کا دامن اس مسئلہ میں ایسے اکابر امت کے ساتھ وابستہ ہے کہ جن کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں (دیوان محمدی ص ۲۳ تا ۲۴)

محمد یار گڑھی والے خواجہ غلام فرید کے خاص خلیفہ ہیں انہوں نے دیوان محمدی میں وحدت الوجود کو کھول کر بیان کرتے ہوئے صاف لفظوں میں محمد ﷺ کو خدا کہا ہے۔ علامہ کاظمی نے دیوبندی اکابرین کے حوالے دے کر ثابت کیا کہ علماء دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ بتائیے محمد ﷺ کو خدا کہنے والے اہل سنت ہو سکتے ہیں؟

شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب کی فتائے کلی بھی ملاحظہ فرمائیں:

”والد گرامی فرماتے تھے کہ اوقات عزیز میں سے ایک وقت فنائے کلی اور غیبت نامہ میسر ہوئی تو دیکھا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے فلاں بندے کو ڈھونڈ لاؤ۔ زمین میں تلاش کیا نہ ملا۔ آسمان چھان مارا نہ ملا۔ بہشت میں تلاش کیا نہ پایا۔ اس پر حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرشتوں کو خطاب کیا کہ جو مجھ میں فنا ہوا وہ نہ آسمانوں میں ملے گا، نہ

اصلی اہل سنت کون؟

زمینوں میں اور نہ ہی بہشت میں۔ (انفاس العارفین از شاہ ولی اللہ دہلوی)

یقیناً صحابہؓ، تابعینؓ اور آئمہ اہل سنت ایسے عقیدوں سے بری تھے۔ یہ عقیدے ابن عربی اور اس کے مقلدین کے ہیں۔ ایسے ہی عقائد کی بناء پر ابن تیمیہؒ نے ابن عربی کو کافر کہا۔ یہ عقائد و نظریات اسلامی مآخذ اور کتاب و سنت کے اصولوں سے میل نہیں کھاتے البتہ دیوبندی کہلانے کے باوجود ان میں بریلوی علم کلام کی جھلکیاں واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ جسمانی بعد کے باوجود ذاتی، قلبی اور عقائدی قرب بدرجہ اتم موجود ہے۔ ایسے نظریات کے حاملین اہل سنت و الجماعت نہیں ہو سکتے۔

مقام نبوت اور اکابر علماء دیوبند:

علماء دیوبند نے یہ نظر یہ پیش کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت بالذات ہے اور باقی تمام انبیاء کی نبوت بالعرض ہے۔ اس لئے اصلاً نبی آپ ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام اصل سے نہیں بلکہ آپ کے فیض سے نبی ہیں بلکہ آپ کا فیض اپنی امت تک پہنچانے میں صرف ذریعہ اور واسطہ ہیں۔ جناب قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں۔

”اب سننے وصف نبوت میں یہی تقسیم ہے۔ کہیں نبوت ذاتی ہے اور کہیں عرضی ہے۔ سورسول اللہ ﷺ کی نبوت تو ذاتی ہے اور آپ کے سوا انبیاء علیہم السلام کی نبوت عرضی ہے۔ (آب حیات)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ ”سارے انبیاء آپ کی ذات سے فیض لے کر اپنی امتوں تک پہنچاتے ہیں۔ غرض بیچ میں واسطہ فیض ہیں۔ مستقل بالذات نہیں ہیں۔ غرض ان سارے انبیاء میں جو کچھ ہے وہ ظل اور عکس محمدی ہے ان کا کوئی ذاتی کمال نہیں ہے۔ (تخذیر الناس)

حسین احمد مدنی صاحب تحریر کرتے ہیں ”اب اس کے مقابلے میں ہمارے اکابر حضرات کے اقوال و عقائد ملاحظہ فرمائیے۔ یہ جملہ حضرات (اکابر علماء دیوبند) ذات حضور پر نور

علیہ السلام کو ہمیشہ سے اور ہمیشہ تک واسطہ فیوضات الہیہ اعتقاد کئے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ازل سے اب تک جو رحمتیں عالم پر ہوئی ہیں اور ہوں گی، عام ہے کہ وہ نعمت وجود کی ہو یا اور کسی قسم کی ان سب میں آپ کی ذات ایسی واقع ہوئی ہے کہ جیسے آفتاب سے نور چاند میں آیا ہو اور چاند سے نور ہزاروں آئینوں میں۔ غرض کہ حقیقت محمدیہ واسطہ جملہ کمالات عالم و عالمیاں ہیں (الغالب الثاقب)۔

قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند فلسفہ ناتوتوی کے شارح اور عقائد علماء دیوبند کے ترجمان تحریر کرتے ہیں۔ آپ کا اصل امتیازی وصف یہ ہے کہ آپ نور نبوت میں سب انبیاء کے مربی، ان کے حق میں مصدر فیض اور ان کے انوار کمال کی اصل ہیں۔ اس لئے اصل میں نبی آپ ہیں اور دوسرے انبیاء اصل سے نہیں بلکہ آپ کے فیض سے نبی ہیں۔ پس آپ ان سب حضرات انبیاء کے حق میں مربی اور اصل نور ثابت ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو نبی امت ہی نہیں نبی الانبیاء بھی فرمایا ہے حضور ﷺ کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخش بھی نکلتی ہے جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہو اور آپ کے سامنے آیا نبی ہو گیا (آفتاب نبوت از قاری طیب)۔

صحابہؓ تابعین اور آئمہ اہل سنت کے ہاں نبوت بالذات، نبوت بالعرض اور حقیقت محمدیہ جیسی اصطلاحات موجود نہیں ہیں۔ یہ ابن عربی کے نظریات ہیں۔ سوچئے ابن عربی کی پیروی میں مقام نبوت کو تبدیل کرنے کے باوجود کیا یہ علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کہلوا سکتے ہیں؟ نبوت ذاتی کے قائل ہونے کی بناء پر خاتم النبیین کا مفہوم بھی تبدیل کر دیا گیا۔ قاری طیب صاحب لکھتے ہیں۔

”نور نبوت آپ ہی سے اور آپ ہی پر لوٹ کر ختم ہو گیا اور یہی شان خاتم کی ہوتی ہے کہ اسی سے اسی کے وصف خاص کی ابتداء بھی ہوتی ہے اور اسی پر انتہاء بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے ہم آپ کو وصف نبوت کے لحاظ سے صرف نبی ہی نہیں کہیں گے خاتم النبیین کہیں گے کہ آپ ہی پر تمام انوار نبوت کی انتہاء ہے۔ جس سے آپ منہائے نبوت ہیں۔ آپ ہی سے نبوت چلتی ہے اور آخر کار آپ پر ہی عود کر آتی ہے۔ (آفتاب نبوت از قاری طیب)

اصلی اہل سنت کون؟

قاسم نانوتوی صاحب لکھتے ہیں۔ ”فرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ سے خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کو خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے (تحدیر الناس)۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں ”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا (تحدیر الناس)

المہند جو علماء دیوبند کے عقائد میں مشہور کتاب ہے اور ایسی مستند ہے کہ اس پر علماء دیوبند کی تصدیقات بھی درج ہیں۔ اس میں ختم نبوت کے بارے میں اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ یوں درج ہے۔ ”مولانا نانوتوی نے اپنی وقت نظر سے اپنے رسالہ تحدیر الناس میں ختم نبوت کی اس طرح تشریح فرمائی ہے۔ خاتمیت ایک جنس ہے جس کے تحت دونوع داخل ہیں۔

۱۔ ایک خاتمیت باعتبار زمانہ کہ آپ کی نبوت کا زمانہ تمام نبیوں کی نبوت کے زمانہ سے مؤخر ہے۔ آپ بحیثیت زمانہ سب کی نبوت کے خاتم ہیں۔

۲۔ دوسری خاتمیت بطور ذات جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کی نبوت ایسی ہے جس پر تمام نبیوں کی نبوت ختم ہوتی ہے۔ جس طرح آپ زمانہ کے اعتبار سے خاتم النبیین ہیں اسی طرح نبوت بالذات کے طور پر بھی خاتم النبیین ہیں کیونکہ جو چیز بالعرض ہوتی ہے وہ بالذات پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے آگے سلسلہ نہیں چل سکتا۔ آپ کی نبوت بالذات ہے اور باقی تمام انبیاء کی نبوت بالعرض اس لئے سارے نبیوں کی نبوت آپ کی نبوت کے واسطے سے ہے۔ اس دقیق مضمون میں جس طرح جلالت و عظمت نبوی کا بیان ہے یہ مولانا نانوتوی کا مکلفہ ہے۔ یہ وہ تحقیق ہے جس طرح ہمارے محققین شیخ عبدالقدوس گنگوہی، شیخ اکبر ابن عربی اور علامہ قسطلانی نے فرمائی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ تحقیق ایسی ہے کہ بہت سے علماء

متقدمین بھی اس کا اور اک نہ کر سکے (المہند بہ عقائد علماء دیوبند)

اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان عقائد کا ماخذ صحابہؓ اور ائمہ اہل سنت نہیں بلکہ ابن عربی اور اس کے مقلدین ہیں۔ ایسے علماء دیوبند کو اہل سنت کیسے مانا جاسکتا ہے؟ اگر ہر نبی علیہ السلام نے آپ ﷺ سے فیض لے کر اپنی امتوں تک پہنچایا تو قرآن حکیم کی اس آیت کا کیا مطلب ہے؟

ورسلا لم نقصصہم علیک (النساء: ۶۴)

”اور ایسے رسول ہیں جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔“

جب آپ بعض رسولوں کے حالات سے واقف تھے تو پھر آپ ﷺ کی نبوت بالذات کیسے ہوئی؟ اگر آپ کو آدم علیہ السلام سے پہلے نبوت مل گئی تھی تو قرآن عظیم کے نزول سے پہلے آپ ایمان کی تفصیلات سے واقف کیوں تھے؟

وکذلک اوحینا الیک روحا ، من امرنا ما کنْتَ تدری ما الکتب ولا الایمان۔ (الشوری: ۵۲)

ترجمہ: ”اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف وحی کی۔ اس سے قبل آپ کو خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہے؟ اور ایمان کیا ہے؟“

یاد رکھئے کہ نبوت بالذات، نبوت بالعرض، حقیقتہ محمدیہ اور وحدۃ الوجود جیسے عقائد صحابہؓ اور ائمہ اہل سنت کے اندر موجود نہ تھے۔ یہ عقائد عجیب سازش کے تحت مسلمانوں میں باطنی تحریک کے ذریعے داخل کر دیئے گئے ہیں اور مسلمانوں کا ایک گروہ کتاب و سنت کے حصار سے آزاد ہونے اور اس کے صحیح مفہوم سے نا آشنا ہونے اور ان کے حاملین اور عارفین سے بعد اور قلت احترام کی وجہ سے اس کا شکار ہو گئے اور ستم بالائے ستم سنت سے نا آشنائی اور اجنبیت کے باوجود دعویٰ یہ ہے کہ ”ہم ہی اہل سنت ہیں“۔ ان نظریات کے حاملین علماء دیوبند اہل سنت نہیں۔

حیاتِ اہل بیت ﷺ:

اصلی اہل سنت کون؟

حیات انبیاء کے موضوع پر قاسم نانوتوی صاحب کی آب حیات مشہور کتاب ہے۔
لکھتے ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ کی حیات ذاتی اور مومنین کی حیات عرضی ہے۔ موت کے وقت رسول کی حیات ختم نہ ہوگی بلکہ چھپ جائے گی جیسے چراغ کے اوپر ہانڈی رکھ دی جائے جبکہ مومنین کی حیات عرضی ہے۔ وہ زائل ہو جائے گی جیسے چراغ کو بجھا دیا جائے۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

”بہ اس فرق کی وہی تفاوت حیات ہے یعنی حیات نبوی بوجہ ذاتیت قابل زوال نہیں اور حیات مومنین بوجہ عرضیت قابل زوال ہے۔ اس لئے موت کے وقت حیات نبوی زائل نہ ہوگی۔ ہاں مستور ہو جائے گی اور حیات مومنین ساری یا آدھی زائل ہو جائے گی۔ سودر صورت تقابل عدم و ملکہ اس استنار حیات میں آپ کی ذات کو تو مثل آفتاب سمجھئے کہ وقت کسوف اوٹ میں حسب مزعوم حکما اس کا نور مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا یا مثل شمع خیال فرمائیے کہ جب اس کو کسی ہانڈی یا مشکے میں رکھ کر اوپر سے سرپوش رکھ دیجیے تو اس کا نور بالبدایت مستور ہو جاتا ہے زائل نہیں ہوتا اور دوبارہ زوال حیات مومنین کو مثل قمر خیال فرمائیے کہ وقت خسوف اس کا نور زائل ہو جاتا ہے یا مثل چراغ سمجھئے کہ گل ہونے کی بعد اس میں نور بالکل نہیں رہتا۔ (آب حیات)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں۔ ”انبیاء علیہم السلام کے اموال میں میراث کا جاری نہ ہونا اور دوسروں کے اموال میں جاری ہونا اس پر شاہد ہے کہ ارواح انبیاء علیہ السلام کا ان کے بدن سے اخراج نہیں ہوتا۔ مثل نور اطراف وجوانب سے سمیٹ لیتے ہیں۔ ان کے سوا دوسروں کی ارواح کو ان کے بدن سے خارج کر دیتے ہیں۔ اس لئے سماع انبیاء بعد وفات زیادہ تر قرین قیاس ہے اور اسی لئے ان کی زیارت بعد وفات بھی ایسی ہی ہے جیسے زندگی میں زندہ کی ہوا

کرتی ہے۔ (جمال قاسمی)

یہ حیات النبی ﷺ کا عقیدہ علماء دیوبند کے عقائد میں داخل ہے، لکھتے ہیں۔ ”آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں۔ آپ کی یہ حیات دنیا جیسی ہے برزخی نہیں۔“ (المہند فی عقائد علماء دیوبند)

اخلاق حسین قاسمی صاحب لکھتے ہیں کہ قاری محمد طیب صاحب جو ہمارے اکابر ہیں محمد قاسم نانوتوی کے علوم و معارف کے بہترین شارح ہیں۔ اس مسئلہ پر تحریر فرماتے ہیں۔
”حضور ﷺ کی حیات برزخی ہے مگر اس قدر قوی ہے کہ بلحاظ آثار وہ دنیوی

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد وفات حضور ﷺ کے ہونٹوں کو حرکت ہوئی۔ جنازہ میں کلام فرمایا اور قبر میں کلام فرمایا جس کو بعض صحابہؓ نے سنا۔ یہ تو وفات کے بعد فوری بات تھی کہ روح نے جسم کو کلیتہً نہیں چھوڑا۔ لیکن بعد میں تا حشر بھی روح کا وہی تعلق بدن سے قائم رہے گا۔ جیسا نصوص حدیث اجساد انبیاء پر مٹی کا حرام ہونا ثابت ہے۔ اگر ان ابدان میں کوئی روح نہیں ہے تو انہیں گل جانا چاہیے۔ پھر حیات کا یہ اثر عالم برزخ میں ہے۔ عالم دنیا میں یہ ہے کہ ان کے اموال میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ ان کی ازواج پر بیوگی نہیں آتی۔ ان کے نکاح حرام ہوتے ہیں نہ صرف عظمت انبیاء کی وجہ سے بلکہ حقیقتہً حیات کی وجہ سے کہ وہ بیوہ ہی نہیں ہیں۔ پس انبیاء کی یہ برزخی حیات جسمانی و از قبیل دنیوی بھی ہے کہ اجساد میں حس و حرکت بھی ہے۔ قبروں میں عبادت بھی ہے۔ کلام بھی ہے۔ امت کی طرف توجہ بھی ہے۔ تصرف بھی ہے۔ بقا اجسام بھی ہے۔ اور حیات اجسام بھی ہے۔ پھر یہی حیات از قبیل حیات برزخی بھی ہے کہ نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ ان کی آواز ان کانوں میں نہیں آتی اور کلام ان حسی کانوں میں نہیں پڑتا۔ نیز توجہ الی الامت اور رخ کا پھیرنا ان آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا۔ سو اس میں ہماری کمزوری ہے اور ضعف قوی کو دخل ہے۔ نہ کہ ان آثار کے موجود نہ

ہونے یا قابل وجد نہ ہونے کا۔ (حیۃ النبی ﷺ از اخلاق حسین قاسمی ص ۱۳)

غور کیجئے کیا صحابہؓ اور اہل سنت کے یہی عقائد ہیں۔ وفات رسول کے وقت صحابہؓ کا

اصلی اہل سنت کون؟

اجماع ہوا کہ آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔ ابو بکر صدیقؓ کے خطبہ کے بعد تو ہر صحابی کی زبان پر سورہ آل عمران کی یہ آیت تھی۔

وما محمد الا رسول . قد خلت من قبله الرسل افان مات او قتل انقلبتم على اعقابكم۔ (آل عمران: ۱۴۴)

ترجمہ: ”اور محمد (ﷺ) تو اللہ کے رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر ان کو موت آجائے یا شہید کر دیئے جائیں تو تم ایڑیوں کے بل لوٹ جاؤ گے۔“ (صحیح بخاری) غور کیجئے کہ قرآن کریم کی اس قطعی اور صریح آیت کے ہوتے ہوئے اس کے واضح ترین مفہوم پر صحابہ کرامؓ کے اجماع کو نہ ماننے کے باوجود یہ علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کہلا سکتے ہیں؟

حیات النبی ﷺ کے عقیدے ہی کی بناء پر علماء دیوبند کی کتب میں ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے نبی اکرم ﷺ کا اپنی امت کی طرف توجہ کرنا اور تصرف کرنا ثابت ہوتا ہے۔ چند ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ سید احمد رنائی مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں۔ ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کیلئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے:

فِي حَالَةِ الْبُعْدِ رُوحِي كُنْتُ أَرْسَلُهَا تُقْبَلُ الْأَرْضُ عَنِّْي وَهِيَ نَائِبَتِي
وَهَذِهِ دَوْلَةُ الْأَشْبَاحِ قَدْ حَضَرْتُ فَاَمْلُذُ يَمِينُكَ تَخْطِي بِهَا شَفَاتِي

ترجمہ: ”دوری کی حالت میں اپنی روح کو خدمت اقدس میں بھیجا کرتا تھا۔ وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی۔ اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے۔ اپنا دست مبارک عطا کیجئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں۔“

اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انھوں نے اس کو چوما۔ کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی ﷺ میں تھا۔ جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور ﷺ کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نور اللہ مرقدہ کا نام بھی ذکر کیا جاتا ہے (فضائل حج از مولوی زکریا صاحب ص ۳۱)

۲۔ میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا میری ماں وہیں رہ گئی۔ اس کا منہ کالا ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا سخت گناہ ہوا ہے۔ میں نے اللہ جل شانہ کی طرف دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک امہ آیا۔ اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے منہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ میں نے اس سے عرض کیا آپ کون ہیں؟ کہ میری اور میری ماں کی مصیبت کو آپ نے دور کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمد ﷺ ہوں۔ (فضائل درود از مولوی محمد زکریا ص ۱۲۱)

ابن جلاء کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا مجھ پر فاقہ تھا میں قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور عرض کیا حضور قدس ﷺ میں آپ کا مہمان ہوں۔ مجھے کچھ غنودگی سی آگئی تو میں نے حضور ﷺ کی زیارت کی حضور قدس ﷺ نے مجھے ایک روٹی مرحمت فرمائی۔ میں نے آدھی کھائی اور جب میں جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔ (فضائل حج از مولوی زکریا صاحب ص ۱۲۸)

کرامات اولیاء اللہ:

اہل سنت والجماعت کے نزدیک اولیاء اللہ کی کرامات یعنی ان کے ہاتھ پر رونما ہونے والے خرق عادت و اتفاقات حق ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے ان کی تکریم و توقیر کے ذیل میں آتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر رونما ہونے والے یہ واقعات ان کے اختیار میں نہیں ہیں

اصلی اہل سنت کون؟

بلکہ یہ اللہ کی طرف سے قیود پذیر ہوتے ہیں۔

۱۔ ابو بکر صدیقؓ اور ان کے مہمانوں نے کھانا کھایا۔ جتنا وہ کھانا کھاتے اس سے زیادہ نیچے سے

ابھر آتا تھا۔ کھانا کھانے کے باوجود وہ پہلے سے تین گنا زیادہ ہو گیا (بخاری و مسلم)

۲۔ اسید بن خضیر اور عباد بن بشیر رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں میں لاٹھی تھی۔ رات گھپ

اندھیری تھی۔ ان کی لاٹھی روشن ہو گئی۔ جس کی روشنی سے وہ گھر پہنچ گئے۔ (بخاری)

ایسے واقعات تا قیامت اس امت میں ہوتے رہیں گے مگر صوفیائے دیوبند نے

کرامات کی آڑ میں شرکیہ واقعات بیان کئے۔ چند ملاحظہ فرمائیں۔

”میرے ایک دوست جو جناب بقیۃ السلف حجة الخلف قدوة السالکین زبلة

العارفین شیخ الكل فی الكل حضرت مولانا حاجی شاہ امداد اللہ صاحب چشتی صامری تھانوی

ثم الہمی سلمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت تھے۔ حج خانہ کعبہ کو تشریف لئے جاتے تھے۔ بمبئی سے

آگبوٹ میں سوار ہوئے۔ چلتے چلتے ٹکر کھائی اور قریب تھا کہ چکر کھا کر غرق ہو جائے یا دوبارہ

ٹکر کر پاش پاش ہو جائے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ اب مرنے کے سوا چارہ نہیں اسی مایوسانہ

حالت میں گھبرا کر اپنے پیر روشن ضمیر کی طرف خیال کیا اور عرض کیا کہ اس وقت سے زیادہ

اور کون سا وقت امداد کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر و کارساز مطلق ہے اسی وقت ان کا آگبوٹ

غرق سے نکل گیا اور تمام لوگوں کو نجات ملی۔ ادھر تو یہ قصہ پیش آیا ادھر اگلے روز مخدوم

جہاں اپنے خادم سے بولے ذرا میری کمر دباؤ۔ نہایت درد کرتی ہے۔ خادم نے کمر دباتے

دباتے پیرا ہن مبارک جو اٹھایا تو دیکھا کہ کمر چھلی ہوئی ہے اور اکثر جگہ سے کھال اتر گئی ہے۔

پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے کمر کیونکر چھلی؟ فرمایا کچھ نہیں پھر پوچھا آپ خاموش رہے۔

تیسری مرتبہ پھر دریافت کیا۔ حضرت یہ تو کہیں رگڑ لگی ہے اور آپ تو کہیں تشریف بھی

نہیں لے گئے۔ فرمایا کہ ایک آگبوٹ ڈوبا جاتا تھا اس میں ایک تمہارا دینی اور سلسلے کا بھائی تھا۔

اس کی گریہ وزاری نے مجھے بے چین کر دیا۔ آگبوٹ کو کمر کا سہارا دے کر اوپر اٹھایا۔ جب آگے چلا اور بندگان خدا کو نجات ملی اس سے چھل گئی ہوگی۔ اور اسی وجہ سے درد ہے مگر اس کا ذکر نہ کرنا۔ (کرامات امدادیہ از اشرف علی تھانوی صاحب ص ۳۶)

۱۴۔ حکایت نمبر ۲۴۷:- حضرت عم محترم مولانا حبیب الرحمن صاحب مرحوم نے فرمایا کہ مولوی احمد حسن صاحب امر وہی اور مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی میں اہم معاصرانہ۔۔۔ چشمک تھی اور اس نے بعض حالات کی بناء پر ایک مختصمہ اور تنازعہ کی صورت اختیار کر لی اور مولانا محمود الحسن صاحب کو اصل جھگڑے میں نہ شریک تھے نہ انہیں اس قسم کے امور سے دلچسپی تھی۔ مگر صورت حال ایسی پیش آئی کہ مولانا بھی بجائے غیر جانبدار رہنے کے کسی ایک جانب جھک گئے اور یہ واقعہ کچھ طول پکڑ گیا۔ اسی دوران میں ایک دن علی الصبح بعد نماز فجر مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا محمود الحسن صاحب کو اپنے حجرے میں بلایا (جو دارالعلوم دیوبند میں ہے) مولانا حاضر ہوئے اور بند حجرے کے کواڑ کھول کر اندر کمرے میں داخل ہوئے۔ موسم سخت سردی کا تھا۔ مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پہلے یہ میرا روئی کا لبادہ دیکھ لو۔ مولانا نے لبادہ دیکھا تو تر پتر تھا اور خوب بھیگ رہا تھا فرمایا واقعہ یہ ہے کہ ابھی ابھی مولانا ناتوئی جسد عنصری کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے تھے جس سے ایک دم میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور میرا لبادہ تر پتر ہو گیا اور یہ فرمایا کہ محمود الحسن کو کہو کہ وہ اس جھگڑے میں نہ پڑے پس میں نے یہ کہنے کیلئے بلایا ہے۔ مولانا محمود الحسن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کرنا ہوں کہ اس کے بعد میں اس قصہ میں کچھ نہ بولوں گا۔ (ارواح ثلاثہ از اشرف علی تھانوی صاحب ص ۲۶۱)

حکایت نمبر ۳۶۶:- فرمایا کہ مولوی معین الدین صاحب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ وہ حضرت مولانا کی ایک کرامت (جو بعد وفات واقع ہوئی) بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑا بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو

اصلی اہل سنت کون؟

جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جا کر باندھ لیتا اسے ہی آرام ہو جاتا۔ بس اس کثرت سے مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلوادیں تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا پریشان ہو کر ایک دفعہ مولانا کی قبر پر جا کر کہا (یہ صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے) آپ کی تو کرامت ہو گئی اور ہماری مصیبت ہو گئی یاد رکھو کہ اگر اب کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے ایسے ہی پڑے رہیں۔ لوگ جوتا پہنے تمہارے اوپر ایسے ہی چلیں گے۔ بس اسی دن سے پھر کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی ویسے ہی یہ شہرت ہو گئی کہ اب آرام نہیں ہوتا پھر لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔“ (ارواحِ ثلاثہ از اشرف علی تھانوی صاحب صفحہ ۳۳۹)

سوچئے جب قبر میں بے جان لاش ہے تو صاحب زادہ نے کس کو خطاب کیا تھا؟ قبر کی مٹی سے شفا کیسے آ سکتی ہے؟ کیا ان توحید کے دعویداروں کے بارے میں دشمنانِ توحید کی یہ بات کہیں درست ہی تو نہیں ”دنیا سے اگر انصاف رخصت نہیں ہو گیا ہے تو اہل انصاف اس کا ضرور فیصلہ کریں گے کہ جب اپنے وفات یافتہ بزرگوں کے بارے میں نام نہاد اہل توحید کا عقیدہ ہے کہ وہ زندہ ہیں صاحب اختیار ہیں اور ہر طرح کے تصرف کی قدرت رکھتے ہیں تو انبیاء و اولیاء کے بارے میں اسی عقیدے کے سوال پر سو برس سے وہ ہمارے ساتھ کیوں برسرِ پیکار ہیں؟ کیوں ان کا پرچم زہرا لگتا ہے؟ کیوں ان کے خطیب ہم پر آگ برساتے ہیں؟ کیوں ہمیں وہ کور پرست، قبر پرست اور شرک کے الزام سے مطعون کرتے ہیں؟ مجھے یقین ہے کہ آج نہیں تو کل ان کے نمائشی اسلام اور مصنوعی توحید پرستی کا ظلم ٹوٹ کر رہے گا۔ باخبر دنیا کو زیا دہ دنوں تک وہ دھوکے میں نہیں رکھ سکتے۔“ (”زلزلہ“ صفحہ ۱۷۹) ایسے شرکیہ واقعات کو تسلیم کرنے اور بیان کرنے والے علماء دیوبند اہل سنت والجماعت نہیں ہو سکتے۔

تھلید: جن اعمال پر صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین کا اجماع ہو ایک مسلم اس سے انحراف کا سوچ بھی

نہیں سکتا۔

مگر جب کسی صحابیؓ کی بات کے مقابلے میں دوسرا صحابیؓ قول رسول پیش کرے تو سلف صالحین اور ائمہ اہل سنت کا طرز عمل یہی ہے کہ وہ ہر حال میں قول رسول ﷺ ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ بطور مثال امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کا طرز عمل ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عبد اللہ بن مسعودؓ: وہ صحابی ہیں جن سے اللہ کے نبی ﷺ نے قرآن مجید سیکھنے کا حکم دیا۔ فقہ حنفی کے بارے میں احناف یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ فقہ کا یہ کھیت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بویا مگر ائمہ اہل سنت کا طرز عمل ملاحظہ فرمائیں:

عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ وہ سورہ ہص میں سجدہ نہیں کیا کرتے تھے۔ امام محمدؒ نے کہا ہم اس میں سجدہ ضروری خیال کرتے ہیں۔ ہم اس حدیث کو لیتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے۔ (کتاب لا تارص ۲۰۶)

عالمہ اور اسود بن یزید سے روایت ہے کہ ہم عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے۔ جب نماز کا وقت آیا تو ہم دونوں ان کے پیچھے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے ایک کو دائیں طرف دوسرے کو بائیں طرف کھڑا کیا اور خود درمیان میں کھڑے ہوئے۔ جب رکوع کیا تو تطبیق کی یعنی دونوں ہاتھ جوڑ کر گھٹنوں کے درمیان رکھے اور بغیر اذان و اقامت کے نماز پڑھائی۔ امام محمدؒ نے کہا ہم ابن مسعودؓ کے قول پر عمل نہیں کرتے۔ (کتاب لا تارص ۹۲)

معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ جیسے فقہی صحابیؓ کی ہر بات کی پابندی اہل سنت کے آئمہ کے نزدیک ضروری نہیں۔

۲۔ علی رضی اللہ عنہ: یوم عرفہ کی فجر سے تشریق کے آخری دن کی عصر تک تکبیرات کہتے۔ امام محمدؒ نے کہا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں مگر امام ابو حنیفہؒ اس کو نہیں لیتے۔ (کتاب لا تارص ۲۰۵)

۳۔ عبد اللہ بن عمرؓ: نے کہا کہ جب کوئی مرد عرفات سے لوٹنے کے بعد جماع کرے تو ایک جانور ذبح کرے اور باقی حج کے (ارکان) ادا کرے اور اس پر آئندہ سال حج واجب ہے۔ امام محمدؒ نے کہا کہ ہم اس کو نہیں لیتے۔ (کتاب لا تارص ۳۳۸)

اصلی اہل سنت کون؟

۴۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ وہ رمضان میں عورتوں کی امامت کرتی تھیں۔ امام محمد نے کہا کہ ہمیں پسند نہیں کہ عورت امامت کرے (کتاب لا تارص ۲۱۴)

۵۔ ابراہیم نخعیؒ: کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے فقہ حنفی کے کھیت کو کاٹا یعنی نو اند متفرقہ کو جمع کیا۔

ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شکار کے پیچھے کتا چھوڑے اور بسم اللہ کہنی بھول جائے اور کتا شکار کو پکڑ لے اور مار ڈالے تو اس کا کھانا مکروہ ہے۔ امام محمد نے کہا ہم اس کو نہیں لیتے اگر بسم اللہ بھول کر چھوڑ دے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابو حنیفہ کا بھی یہی قول ہے۔ (کتاب لا تارص ۸۱۰)

۶۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ خاند کو زکوٰۃ دینی درست نہیں امام محمد نے کہا کہ ہمارے نزدیک خاند کو زکوٰۃ دینی درست ہے۔ (کتاب لا تارص ۲۹۲)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے آئمہ اہل سنت کا مسلک واضح ہوا کہ وہ واحد ہستی جس کی بات بلاچوں چہ تسلیم کی جائے گی صرف محمد ﷺ کی ہے۔ ان کے علاوہ ہر کسی کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور رد بھی کی جاسکتی ہے۔ چاہے وہ بات صحابیؓ رسولؐ ہی کی کیوں نہ ہو۔

مگر علماء دیوبند نے اہل سنت کے اس معروف راستہ کو چھوڑا۔ فقہ حنفی کے نام پر چند کتابوں (ہدایہ، قدوری، کنز وغیرہ) کو اختیار کیا۔ اس فقہ میں بعض مسائل امام ابو حنیفہؒ کے۔ بعض امام محمد کے اور ابو یوسف کے اور بعض امام حسن اور امام زفر کے اختیار کئے۔ سوال یہ ہے کہ وہ شخصیت کونسی ہے۔ جس نے یہ فیصلہ کیا کہ فلاں مسئلہ میں ابو حنیفہؒ حق پر ہیں اور امام محمدؒ یا امام زفرؒ سے غلطی ہوئی ہے۔ اور فلاں مسئلہ میں امام محمدؒ یا امام زفرؒ حق پر ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ سے غلطی ہوئی ہے۔ دراصل علماء دیوبند اسی کے مقلد ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کی طرف اپنے آپ کو غلط منسوب کرتے ہیں۔ یہ اہل سنت کے اس مسلک کو جائز نہیں جانتے کہ ایک عالم

امام ابو حنیفہؒ کی ایک بات اقرب الی السنہ سمجھتا ہے وہ اسے قبول کر لیتا ہے اور دوسرے مسئلہ امام مالک کا اقرب الی السنہ سمجھتا ہے تو اسے لے لیتا ہے اور تیسرے مسئلہ امام بخاریؒ کا قبول کرتا ہے۔ یہ علماء تک کو پابند کرتے ہیں کہ وہ فقہ حنفی کو مانیں یا فقہ شافعی کو۔ فقہ مالکی کی تہلیل کریں یا فقہ حنبلی کی۔ لہذا مسلک اہل سنت پر وہی لوگ ہیں جو حق تو سلف صالحین کے اندر منحصر جانتے ہیں مگر کسی ایک امام سے یوں مسلک نہیں ہوتے کہ دوسرے امام کا بیان کردہ قول رسول ﷺ بھی قبول نہ کر سکیں۔ یہی مسلک اہل حدیث ہے۔ لہذا اہل حدیث ہی اہل سنت ہیں۔ اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے جیسا کہ امام محمدؒ کی کتاب لا ٔثار سے واضح ہے۔ یقیناً جو لوگ حدیث کے مقابلے میں اپنے مذہب کو ترجیح دیتے ہیں وہ اہل سنت نہیں ہیں۔

دیوبندی عالم محمود الحسن صاحب کا خیال مجلس کے مسئلہ میں قول ملاحظہ ہو:

الحق والانصاف ان الترجیع للشافعی فی هذه المسئلة ونحن مقلدون يجب علينا تقلید امامنا ابی حنیفہ (تقریر ترمذی)

”حق اور انصاف یہ ہے کہ اس مسئلہ (البیان بالخیار سالم یتفرقا) میں امام شافعی کو ترجیح حاصل ہے۔ اور ہم مقلد ہیں ہم پر اپنے امام ابو حنیفہؒ کی تہلیل واجب ہے۔

ابن نجیمؒ بھی شاتم رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں لکھتے ہیں:

نفس المومن تمیل الی قول المخالف فی مسئلة السب لكن اتباعا للمذهب واجب (البحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۵)

مسئلہ شاتم رسول میں مومن کا نفس قول مخالف (امام شافعیؒ) کی طرف مائل ہوتا ہے کہ (کافر شاتم رسول کا ذمہ ٹوٹ جاتا ہے) لیکن ہم پر اپنے مذہب کی اتباع ضروری ہے۔ غور کیجئے اہل سنت کے علماء کا یہی طرز عمل ہوتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ امام اہل سنت احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں:

”نہ میری تہلیل کرو نہ مالک کی، نہ شافعی کی۔ نہ اوزاعی کی اور نہ ثوری کی۔ وہاں سے دین حاصل کرو جہاں سے انہوں نے حاصل کیا“۔ (اعلام المتوعین ج ۲ ص ۲۰۱)

تہلیل شخصی کے حق میں علماء احناف جو دلائل پیش کرتے ہیں وہ نہایت کمزور ہیں۔

اصلی اہل سنت کون؟

ہم ان کے دلائل کو غلط فہمی اور اپنے جواب کو ازالہ کے عنوان سے پیش کرتے ہیں۔ تارنیں کرام ملاحظہ فرمائیں۔ چونکہ ہمارے ہاں اکثریت احناف کی ہے اس لئے بطور مثال انہی میں پائی جانے والی اندھی تہلیل کو پیش کیا جا رہا ہے۔

غلط فہمی:

امام ابو حنیفہؒ تابعی اور بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے صحابہ کرامؓ کو دیکھا۔ ان سے دین سیکھا لہذا ابو حنیفہؒ کی تہلیل کرنی چاہیے۔

ازالہ:

کسی بھی امام یا عالم کی فضیلت اس بات کی دلیل نہیں بن سکتی کہ اس کی تہلیل کی جائے۔ اگر ابو حنیفہؒ کی فضیلت تہلیل کی دلیل ہے تو پھر امام حسن بصریؒ کی ساری زندگی صحابہؓ کے دور میں گزری، صد ہا صحابہؓ سے مستفید ہوئے۔ اگر فضیلت کی وجہ سے تہلیل ضروری ہے تو پھر کسی صحابیؓ کی تہلیل کیوں نہ کی جائے۔ مگر صحابیؓ کے فتوے کو ترک کیا جاتا ہے اور حنفی مذہب کے فتوے کو مانا جاتا ہے۔

ذرا اوپر چلئے۔ احناف بھی فضیلت والی ہستی کے متلاشی ہیں اور ہم بھی۔ وہ اس تلاش میں امام ابو حنیفہؒ تک پہنچ کر رک جاتے ہیں اور ہم اس تلاش میں اتنے اوپر چلے جاتے ہیں کہ ہمارے سامنے وہ ہستی آ جاتی ہے۔ جس سے افضل نہ کبھی کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ وہ ہیں اللہ کے برگزیدہ رسول کریم ﷺ۔ اگر فضیلت ہی تہلیل کا معیار ہے تو اس کی اطاعت کیوں نہ کی جائے جس سے افضل کوئی نہیں۔ مگر اول تو فضیلت کا تقاضا تہلیل ہے ہی نہیں۔ اس لئے یہ تہلیل احترام کا حصہ نہیں ہے بلکہ ہو سکتا ہے کہ جس کی تہلیل کی جا رہی ہے۔ قیامت کے دن اسی کی تہلیل کی وجہ سے وہ اللہ کے روبرو قیامت کے دن اپنے مقلد کا گریبان

پکڑے۔ ثانیاً اصل مطلوب تھلید نہیں اطاعت ہے۔ اس کیلئے صرف فضیلت نہیں بلکہ فضیلت جمع عصمت کی ضرورت ہے جو صرف رسول اللہ میں ہے۔

غلط نہیں:

ہم بھی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں مگر ابوحنیفہؒ نے اپنی زندگی میں قرآن و حدیث سامنے رکھ کر فقہ کی ایسی تدوین کی کہ لاکھوں مسائل ایک جگہ جمع کر دیئے جو رہتی دنیا تک کام آئیں گے۔

ازالہ:

سوچئے جو کام ابوحنیفہؒ نے کیا وہ خود رسول اللہ ﷺ نے کیوں نہ کیا تھا؟ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو سو سال بعد ہی امام کی ضرورت پڑ گئی جو زندگی کے بڑھتے ہوئے مسائل کا حل کرے لیکن ابوحنیفہؒ نے دین کو ایسے انداز میں پیش کیا کہ ان کے بعد تیرہ سو سال گزر گئے مگر آج تک دوسرے امام کی ضرورت پیش نہیں آئی، وہی امام اور وہی فقہ کام دے رہی ہے۔ کیا یہ رسول اللہ ﷺ کی توہین نہیں ہے؟

غلط نہیں:

سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ نے ۱۵۰ھ میں تدوین دین کا کام شروع کیا۔ ۴۰ مجتہدین تابعین اور تبع تابعین کی موجودگی میں فقہ حنفی کی تدوین ہوئی۔ جن میں عربی لغت کے ماہر امام محمد جیسے لوگ شامل ہیں۔ چالیس ہزار احادیث میں سے چار ہزار احادیث احکام کا انتخاب کیا۔ ۱۴۳ھ میں سب سے پہلی حدیث کی کتاب ”کتاب لا تار“ تدوین ہوئی۔ اس طرح امام ابوحنیفہؒ کے ہاتھوں تدوین دین ہوئی۔

اس کے مقابلے میں بخاری، مسلم اور کتب احادیث کے مصنف تو تبع تابعین بھی نہیں ہیں۔ لہذا ہمارا طریقہ عالی ہے۔

ازالہ:

اصلی اہل سنت کون؟

یہ غلط فہمی کم مغالطہ زیادہ ہے کہ فقہ حنفی کی تدوین ابو حنیفہؒ یا ان کی شاگردوں کے ہاتھوں ہوئی۔ فقہ کی پہلی کتاب قدوریؒ ۴۲۸ھ میں احمد بن محمد بن احمد بغدادی نے لکھی ہے لہذا اصحابِ سنہ سے پہلے فقہ حنفی کی تدوین کا دعویٰ ہی جھوٹا ہے۔

جن چالیس مجتہدین، تابعین اور تبع تابعین نے متفقہ فقہ تدوین کی ہے جب بھی ان کے نام اور تاریخ پیدائش کے بارے میں سوال کیا گیا تو سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ بنا۔ یہ بھی جھوٹ ہے کہ کتاب لائبریری میں 4000 احادیث ہیں۔ اس میں کل روایات 900 ہیں جن میں اکثر صحابہؓ یا تابعین کے قول ہیں۔ احادیث رسول ﷺ صرف 100 ہیں۔ محمد سعید اینڈ سنز کراچی نے کتاب لائبریری کی ہے۔ ہر شخص اس کتاب کے مطالعہ سے صحیح صورت حال جان سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ دعویٰ کہ فقہ حنفی چالیس مجتہدین، تابعین اور تبع تابعین کی متفقہ کاوش ہے بھی صحیح نہیں۔

کتب فقہ کا مطالعہ کرنے والا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ فقہ حنفی کے بنیادی امام، امام ابو حنیفہؒ، امام محمدؒ، امام زفر اور امام حسن کا ہی کثیر مسائل میں باہمی اختلاف ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ فقہ حنفی 40 جید مجتہدین، تابعین اور تبع تابعین کی متفقہ تدوین ہے غلط ہے۔ کتب فقہ کی بجائے اگر کتاب لائبریری کا مطالعہ کیا جائے تو بہت سے مقامات پر امام محمد اپنے استاد امام ابو حنیفہؒ سے اختلاف کرتے ہیں۔ چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

- ۱۔ حضرت علیؓ یومِ عرفہ کے فجر کی نماز سے تشریق کے آخری دن کی عصر تک تکبیرات کہتے۔ امام محمدؒ نے کہا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں مگر امام ابو حنیفہؒ اس کو نہیں لیتے۔ (کتاب لائبریری ص ۴۵)
- ۲۔ عمر فاروقؓ سوار کو مالِ غنیمت کے دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دینے پر خوش ہوئے۔ امام محمدؒ نے کہا کہ ابو حنیفہؒ کا یہی قول ہے۔ مگر ہم اس کو نہیں لیتے ہماری رائے ہے کہ سوار کو تین حصے دیئے جائیں۔ (کتاب لائبریری ص ۸۴۴)

۳۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ گھوڑے کا گوشت مکروہ ہے۔ امام محمدؒ نے کہا یہی ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ مگر ہم اس کو نہیں لیتے ہم گھوڑے کے گوشت میں کچھ حرج نہیں دیکھتے۔ اس کے حلال ہونے میں بہت سی احادیث ہیں۔ اگر یہ چالیس مجتہدین کی متفقہ فقہ ہوتی تو اس میں یوں اختلاف نہ ہوتا۔

اگر کتاب لائبریری کے ذریعے آئمہ احناف نے مدین دین کی اور 143ھ میں یہ دین مدون ہوا تو پھر یہ اتنا مکمل کیوں ہے؟ اس میں تو نماز کا ہی مکمل طریقہ موجود نہیں۔ لہذا کتاب لائبریری کو بخاری و مسلم پر ترجیح دینا قرین انصاف نہیں۔ یہ دعویٰ بھی غلط ہوا کہ ہماری نماز کا طریقہ خیر القرون میں مرتب ہوا۔ اس لئے اس کی سند متصل اور عالی ہے۔

غلط فہمی:

فتنہ تاتاری میں اسلامی دنیا کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ بلادِ عجم سے لے کر بغداد تک تمام اسلامی مراکز تباہ و برباد کر دیئے گئے اس طرح متقدمین کا بہت بڑا علمی ذخیرہ ضائع ہو گیا یہی وجہ ہے کہ تیسری چوتھی صدی کے آئمہ احناف کی بیشتر تصانیف اب بالکل نایاب ہو گئیں ہیں۔ اسی بناء پر صاحب ہدایہ اور دیگر کتب فقہ کی تخریج کے دوران متاخرین علماء نے یہ تصریح کی کہ ہمیں یہ روایت کتب احادیث میں نہیں ملی۔

ازالہ:

اطاعت رسول ﷺ قیامت تک فرض کر دی گئی کیونکہ آپ ﷺ آخری رسول ہیں۔ اس لئے سنت رسول قیامت تک محفوظ رہے گی۔ فتنہ تاتاری ہو یا کوئی اور دین کو مٹا نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب اللہ کی کسی آیت اور حدیث کا صفحہ ہستی سے مٹا تو دور کی بات ہے ان تمام فتنوں میں اگر کسی کو اپنے اسلاف کی کتابیں مابود ہوتی ہوئی نظر آتی ہیں تو اسے سمجھ آ جانی چاہیے کہ وہ دین کا حصہ نہیں تھیں کیونکہ اللہ کا وعدہ حق اور سچ ہے۔

”اَنَا نَحْنُ نَزَلْنَا الذِّكْرَ وَاَنَا لَهُ لِحَافِظُونَ“ (الحجر: ۹)

اصلی اہل سنت کون؟

”یہ ذکر ہم نے نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔“
یہی وجہ ہے کہ محافظین کتاب و سنت محدثین کی جماعت کی مرتب کردہ دوسری اور تیسری
صدی کی کتب احادیث آج تک محفوظ ہیں۔

غلط نہیں:

- نماز کے بعض مسائل ایسے ہیں جن کا صراحتاً ذکر کتب احادیث میں نہیں ملتا۔ آپ
ان پر کس دلیل کی بناء پر عمل کرتے ہیں۔
- ۱۔ امام تھوذا آہستہ کہتا ہے اور مقتدی بھی۔
 - ۲۔ امام سہری نماز میں آمین آہستہ کہتا ہے اور مقتدی بھی۔
 - ۳۔ امام رکوع کی تکبیر بلند آواز سے کہتا ہے اور مقتدی آہستہ۔
 - ۴۔ امام مقتدی اور منفرد رکوع اور سجود کی تسبیحات آہستہ کہتا ہے۔

ازالہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يا ايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالكم (سورة محمد)
”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ
کرو۔“

رسول اللہ ﷺ جب بھی کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو اس کو تین دفعہ دہراتے یہاں
تک کہ وہ سمجھ میں آجائے (بخاری)۔

صحابہؓ نے یہ دین براہ راست رسول اللہ ﷺ سے سیکھا۔ صحابہؓ سے تابعین
اور تابعین سے تبع تابعین نے دین سیکھا۔ اس طرح نسل در نسل یہ طریقہ منتقل ہوا۔ اس دین
کا کثیر حصہ ایسا ہے کہ اس پر امت جمع ہے۔ مثلاً دن میں پانچ نمازیں، ظہر، عصر کی 4 فرض

رکعتیں۔ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے۔ یہ عمل متواتر یا اجماع سنت تک پہنچنے کا یعنی اطاعت رسول ﷺ کرنے کا یقینی ذریعہ ہے۔ نماز کے مسائل مذکورہ (تعوذ اور تسبیحات آہستہ) عمل متواتر ہے۔

غلط فہمی:

احادیث میں اختلاف ہے۔ ایک ایک مسئلہ پر مختلف احادیث موجود ہیں۔ فقہ نے ان احادیث میں تطبیق دی ہے اس لئے ہم فقہ کو مانتے ہیں۔

ازالہ:

معاملہ بالکل الٹ ہے۔ فقہ علماء کے اقوال و آراء کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس میں بہت اختلاف ہے۔ کسی مسئلے میں امام محمد جو کہتے ہیں امام ابو یوسف اس سے مختلف فتویٰ دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہ ان دونوں سے مختلف رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ حالانکہ فقہ حنفی کی بنیاد انہیں تین آئمہ (امام محمد، ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ) پر ہے بلکہ بعض مسائل میں خود ابو حنیفہ کے مختلف اقوال موجود ہیں۔ گھوڑے کے جوٹھے کو ایک روایت میں نجس، دوسری میں مشکوک اور تیسری میں پاک کہا ہے۔ اس کے مقابلے میں احادیث صحیحہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اگر بعض روایات میں اختلاف محسوس ہوتا ہے تو محدثین نے ان میں خوب تطبیق دی ہے۔ جو علماء احناف احادیث میں اختلاف کا ہوا دکھا کر عوام کو فقہ حنفی کی طرف راغب کرتے ہیں ان پر یہ مثال صادق آتی ہے۔ ”بارش سے بھاگا اور پرنا لے کے نیچے کھڑا ہو گیا۔“

غلط فہمی:

امام ابو حنیفہ کا زمانہ پہلی دوسری صدی کا ہے۔ وہ پائے کے محدث اور فقیہ تھے۔ انہوں نے صحابی رسول انسؓ سے دین سیکھا۔ بخاری و مسلم اور دیگر محدثین بعد میں پیدا ہوئے۔ اگر حنفی مسئلے کے ثبوت میں ان کتب میں احادیث نہیں ہیں تو کیا ہوا؟ ابو حنیفہ نے تو احادیث ہی سے مسائل اخذ کئے تھے۔

اصلی اہل سنت کون؟

ازالہ:

رسول اللہ ﷺ نے جو احکامات دیئے ہیں اور جیسے زندگی گزاری وہ تمام صحابہؓ کے سامنے تھی۔ صحابہؓ آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلے۔ افسؓ نے وہی احادیث ابوحنیفہؒ کو بیان کیں۔ جو آج بخاری و مسلم اور دیگر کتب میں موجود ہیں۔ کہیں علماء احناف کا یہ دعویٰ تو نہیں کہ ابوحنیفہؒ کو کسی خفیہ ذریعے سے احادیث ملی تھیں اور ان کے ہم عصر علماء ان سے ما واقف رہے۔ اگر ایسا تھا تو کیا ان کا فرض نہیں تھا کہ وہ خود ان احادیث کو محفوظ کرتے۔ اگر ان کو فقہ کی ترتیب نے فرصت نہیں دی تھی تو ان کے شاگردوں نے ان احادیث کو محفوظ کیوں نہ کیا؟ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے دوسرے آئمہ کی بتائی ہوئی احادیث محفوظ کیں۔ مگر اپنے استاد کی بیان کردہ روایات و احادیث کو غیر محفوظ چھوڑ دیا گیا۔ آخر کیوں؟ افسوس رسول اللہ ﷺ کی احادیث ضائع کر دی گئیں اور ان کے امتی ابوحنیفہؒ کے اقوال محفوظ کر لئے گئے۔ کیا عقل سلیم اسے تسلیم کرتی ہے؟

غلط تھی:

ابوحنیفہؒ تابعی، بہت بڑے عالم اور امام اعظم تھے۔ ان کی باتیں رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے خلاف کیسے ہو سکتی ہیں؟

ازالہ:

اصل بات یہ ہے کہ فقہ حنفی کی کتب نہ تو امام صاحب نے خود لکھیں اور نہ ہی ان کے کسی براہ راست شاگرد نے لکھی ہیں بلکہ فقہ حنفی کی پہلی کتاب ابوحنیفہؒ کی وفات کے تقریباً پونے تین سو سال بعد لکھی گئی۔ کسی بھی مصنف نے امام صاحب تک سند بیان نہیں کی۔ (حالانکہ کتب احادیث میں محدثین نے رسول اللہ ﷺ تک پوری سند بیان کی ہے) لہذا فقہ حنفی کو ابوحنیفہؒ

”کے اقوال کا مجموعہ نہیں مانا جاسکتا۔

ابو حنیفہؒ 150ھ میں فوت ہوئے۔ کتب فقہ کے مؤلفین اور سن تالیف ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب-----مؤلف-----سن تالیف

۱۔ قدوری-----احمد بن محمد بن احمد بغدادی ۴۲۸ھ

۲۔ ہدایہ-----برہان الدین علی بن علی بکر ۵۹۳ھ

۳۔ منیۃ المصلی-----بدرالدین کاشغری ۶۰۰ھ

۴۔ کنز الدقائق-----عبداللہ بن احمد ۶۱۰ھ

۵۔ شرح وقایہ-----عبداللہ بن مسعود الحنبلی ۶۲۵ھ

۶۔ درمختار-----محمد علاؤ الدین شیخ علی ۶۲۵ھ

۷۔ فتاویٰ عالمگیری-----بحکم اورنگ زیب عالمگیر ۱۱۱۸ھ

جب یہ کتب اتنے عرصہ بعد لکھی گئیں اور ان میں موجود کسی مسئلہ کی سند بھی

ابو حنیفہؒ تک نہیں پہنچتی تو ان مسائل کو امام صاحب کا مذہب کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

ان کتب فقہ میں بہت سے مسائل ایسے ہیں جنہیں دیکھ کر ہر انصاف پسند شخص

یہی کہے گا کہ یہ مسائل امام صاحب کے نہیں ہو سکتے چند ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کتے کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کیا جائے تو اس کی کھال پاک ہو جاتی ہے۔ (درمختار ج ۱ ص ۸۹

بہشتی زیور)۔

۲۔ کتے کی کھال کا مصلیٰ اور ڈول بنایا جاسکتا ہے۔ (درمختار ج ۱ ص ۹۲)

۳۔ نکسیر پھوٹ پڑے تو پیشانی اور ناک پر سورۃ فاتحہ کو خون اور پیشاب سے لکھنا جائز ہے۔

(درمختار ج ۱ ص ۱۹۴)

۴۔ تشہد پڑھنے کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے اگر کسی کی ہوا خارج ہو جائے تو دوبارہ وضو

کرے اور نماز پڑھے اور اگر جان بوجھ کر ہوا خارج کر دے تو نماز پوری ہوگی۔ (قدوری ص

اصلی اہل سنت کون؟

(۲۸)

ہر انصاف پسند شخص ایسے مسائل پڑھ کر یہی فیصلہ کرے گا کہ ان کتب کے مصنفین نے ابوحنیفہؒ کے مسائل جمع نہیں کئے۔ امام صاحب ایسے مسائل بیان نہیں کر سکتے۔

غلط نہیں:

یہ بات تو درست ہے کہ فقہ حنفی ابوحنیفہؒ نے ترتیب نہیں دی بلکہ ان کے کافی عرصہ بعد لکھی گئی جن لوگوں نے ان کتب کو لکھا وہ بھی جید علماء تھے۔ انہوں نے فقہ کو احادیث کی روشنی میں لکھا ہوگا۔

ازالہ:

علامہ ناصر الدین البانیؒ لکھتے ہیں کہ جس شخص کی سنت مطہرہ پر نظر ہے اور وہ سنت کی تحقیق اور اشاعت میں مشغول رہتا ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ کتب فقہ ایسے اقوال سے بھری پڑی ہیں۔ جن کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا بھی جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جید حنفی عالم عبدالحی حنفی لکھنوی تسلیم کرتے ہیں کہ:

”کتنی کتابیں ایسی ہیں جو جلیل القدر فقہاء کے ہاں قابل اعتماد ہیں لیکن ضعیف احادیث سے بھری پڑی ہیں۔ پس ہم غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگرچہ ان کتابوں کے مؤلفین نیک تھے لیکن وہ احادیث کے نقل کرنے میں سہل انگار تھے۔ (النافع الکبریٰ لمن یطالع الجامع الصغیر ص ۱۲۲)

ذیل میں ہم بطور مثال ایک موضوع حدیث پیش کرتے ہیں جس کا ذکر کتب فقہ میں موجود ہے۔

”جس شخص نے رمضان کے آخری جمعہ میں فرائض کی قضاء دی تو اس سے ستر سالوں تک

تضا شدہ نمازوں کی تلافی ہو جائے گی۔“

ملا علی قاری نے اس حدیث کو بالکل باطل کہا ہے۔ ایک نماز کئی سالوں کی نماز کے قائم مقام کیسے ہو سکتی ہے؟ اگرچہ ہدایہ کے شارحین یا صاحب نہایہ نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے مگر اس سے اس کی صحت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ لوگ محدثین میں شمار نہیں ہوتے۔ لہذا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ حدیث کو محدثین کے حوالے سے ذکر کرے اور کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت کے متعلق محدثین کا فیصلہ ہی قابل قبول ہو سکتا ہے۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ محدثین کا قول ہے کہ جب حدیث ضعیف ہو تو اس کو یوں نہ کہنا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا آپ نے حکم دیا یا آپ ﷺ نے منع فرمایا۔ ضعیف حدیث کو اس طرح بیان کرنا کذب بیانی کے مترادف ہے لیکن افسوس کہ جمہور فقہاء اس قاعدے کی خلاف ورزی کرنے سے نہیں بچکے۔

غلط فہمی:

اگر ہم امام صاحب کے مذہب کو ترک کر دیں گے تو امام صاحب کے مذہب کو غلط ماننا پڑے گا اور ایسا ماننا امام صاحب کی توہین ہے۔

ازالہ:

علامہ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ وہم بالکل باطل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب فیصلہ کرنے والا صحیح اجتہاد کرتا ہے تو اس کو دگنا ثواب ملتا ہے اور جب فیصلہ کرنے والے کا اجتہاد غلط ہو تو اس کو ایک ثواب ملتا ہے (بخاری، مسلم)

جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں امام کا قول غلط ہے تو اس کا یہ مطلب ہے کہ غلطی کی وجہ سے وہ ایک ثواب کا حقدار ہے۔ پس کسی کیلئے جائز نہیں کہ امام صاحب کو مطعون کرے۔ وہ لوگ جہالت کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں جو ان کے خلاف زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ کیونکہ امام ابو حنیفہؒ ان آئمہ میں سے ہیں جنہوں نے دین اسلام کی حفاظت کیلئے کوششیں

اصلی اہل سنت کون؟

فرمائیں۔ اس لئے ان کا ادب و احترام ضروری ہے۔ اگر انہوں نے قیاس کیا ہے تو ہمارے گمان میں وہ عند اللہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔ خواہ ان کا قیاس صحیح تھا یا ان سے غلطی ہوئی۔ البتہ جو لوگ امام صاحب کے ان اقوال کو نہیں چھوڑتے جو احادیث صحیحہ کے خلاف ہیں وہ درحقیقت ان کی تعظیم نہیں کرتے اور نہ ان کے مذہب کی موافقت کرتے ہیں ان کا قول ہے کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔ پس نہ تو وہ لوگ راہِ صواب پر ہیں جو امام صاحب کے خلاف بے ادبی کے الفاظ استعمال کرتے ہیں نہ ہی وہ لوگ جو ان کی تہلیل کرتے ہیں اور ان کے اقوال کی حمایت میں حد اعتدال سے تجاوز کرتے ہیں۔ حق پر وہی لوگ ہیں جو اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں کیونکہ امام صاحب فرماتے ہیں: ”جب میں ایسی بات کہوں جو کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کے خلاف ہو تو میری بات چھوڑ دو“۔

سخت تعجب کی بات ہے کہ جب ان کے امام کا مذہب سنت کے خلاف ہو تو ان کے نزدیک سنت پر چلنا امام صاحب کو مطعون کرنے کے برابر ہے اور سنت کو چھوڑنا امام صاحب کی پیروی کرنا امام صاحب کی تعظیم کے مترادف ہے۔ یہ لوگ فراموش کر جاتے ہیں کہ وہ اس موہوم طعن سے بچنے کیلئے اس سے شدید تر طعن میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ اگر کسی امام کی تہلیل کرنا ہی امام صاحب کا احترام ہے تو جن آئمہ کی یہ تہلیل نہیں کرتے تو کیا وہ ان کے نزدیک قابل احترام نہیں؟ پھر یہی فارمولہ سنت کی پیروی پر چسپاں کیوں نہیں کرتے؟ کہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہی آپ ﷺ کا احترام ہے۔ سنت کی مخالفت کی اجازت کیوں دیتے ہیں؟ اس کے مقابلے میں امام صاحب کی تہلیل پر زور کیوں دیتے ہیں؟ حالانکہ امام معصوم نہیں اور انبیاء معصوم ہیں اور انبیاء پر طعن کرنا کفر بھی ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ان کے نزدیک امام صاحب کی مخالفت طعن کے مترادف ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی مخالفت جس کے طعن ہونے میں کچھ شک نہیں وہ کوئی طعن ہی

نہیں (نعوذ باللہ)

غلط یہی:

جو لوگ اتباع سنت کی رٹ لگاتے ہیں اور تھلید نہیں کرتے وہ دراصل آئمہ کرام کے اجتہادات اور آراء سے فائدہ اٹھانا پسند نہیں کرتے۔

ازالہ:

علامہ البانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ہم پر الزام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم دراصل جس چیز کی طرف بلاتے ہیں وہ یہ ہے کہ سنت کی اتباع کی جائے اور کسی فقہی مذہب کو دین اسلام نہ سمجھا جائے اور نہ اس کو کتاب و سنت کا مقام دیا جائے۔ البتہ جس مسئلہ میں کتاب و سنت خاموش ہو یا کسی مسئلہ کی وضاحت مطلوب ہو تو آئمہ کے اقوال کا مطالعہ کرنا اور ان سے فائدہ اٹھانا ایسے امور ہیں جن کا انکار نہیں ہو سکتا۔ ہمارا اصول ہے کہ ہم اس سے فوائد اخذ کرتے ہیں اور دیگر علماء کو بھی رغبت دلاتے ہیں۔ اس لئے کہ کتاب و سنت کے راستے پر چلنے والوں کیلئے اس کے بغیر چارہ کار ہی نہیں لیکن اگر کوئی شخص کتاب و سنت میں غور و فکر نہیں کرتا اور سنت کے مقابلے میں آئمہ کی آراء کو پیش کرتا ہے اور سنن کو اپنے مطمع نظر کے مطابق ڈھالتا ہے تو وہ خود بھی گمراہ ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

غلط یہی:

اگر ہم امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں تو آپ بھی امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی تھلید کرتے ہیں۔ آپ کا فعل کیسے جائز ہے؟

ازالہ:

تھلید نہ تو امام ابو حنیفہؒ کی جائز ہے اور نہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی۔ صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنی چاہیے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور افعال صحابہؓ نے بیان فرمائے جنہیں محدثین نے جمع کیا۔ انہوں نے ایسے اصول حدیث مقرر کئے کہ کذب اور

اصلی اہل سنت کون؟

وَجَال لوگوں کی گھڑی ہوئی روایات قول رسول نہ بن سکیں۔ محدثین نے روایات کی باقاعدہ اسناد بیان فرمائیں۔ سند میں آنے والے تمام راویوں کے حالات محفوظ کئے۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے احادیث کو جمع کیا جن کی صحت پر اجماع تھا۔ ان کتب کی صحت علماء احناف نے بھی تسلیم کی ہے۔ علامہ عینی، احمد علی سہارنپوری، انور شاہ کشمیری اور شبیر احمد عثمانی صاحبان جیسے جید علماء احناف نے بخاری و مسلم کی روایات کی صحت کو تسلیم کیا ہے۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی صحت پر امت کا اجماع ہے۔ لہذا ہم صرف احادیث صحیحہ کو مانتے ہیں چاہے اس کو بیان کرنے والے امام بخاری ہوں یا امام مسلم۔ امام احمد بن حنبلؒ ہوں یا امام ابو حنیفہؒ۔ اتنا فرق ضرور ہے کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے کتب احادیث میں اقوال رسول جمع کئے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ نے ایسا نہیں کیا۔

غلط نہی:

جو شخص علوم عربیہ سے ناواقف ہو۔ کسی مدرسے سے فارغ التحصیل نہ ہو وہ قرآن وحدیث کو نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے تہلیل کے سو اکوئی چارہ نہیں۔

ازالہ:

اگر واقعی تہلیل بے علم لوگوں کیلئے ہے تو پھر علماء احناف تو علوم عربیہ سے کما حقہ واقف ہیں، مناظرے کرتے ہیں اپنے موقف کے تائید میں دلائل لاتے ہیں پھر وہ تہلیل کیوں کرتے ہیں جیسے ایک بے علم امام ابو حنیفہؒ کا مقلد ہے ویسے ہی مدرسہ دیوبند کا فارغ التحصیل عالم بھی مقلد ہے۔

سوچئے فقہ حنفی بھی تو عربی میں ہے، اس کو سمجھنے کیلئے علوم عربیہ سے واقفیت ضروری ہے۔ اگر ایک بے علم کسی عالم سے مسئلہ پوچھ کر اس پر عمل کرتا ہے چونکہ عالم اس کو

ابو حنیفہؒ کا قول سنائے گا اس لئے وہ بے علم اس عالم کا مقلد نہ ہوگا بلکہ امام ابو حنیفہؒ کا مقلد ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی بے علم کسی عالم سے حدیث رسول کے مطابق مسئلہ پوچھے تو وہ بھی اس عالم کا مقلد نہ ہوگا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرنے والا ہوگا۔ کیونکہ عوام کا کسی عالم سے مسئلہ دریافت کرنا تھلید نہیں ہے جیسا کہ کتب فقہ میں ہے ”رسول کی بات ماننا“ اجماع پر عمل کرنا، بے علم کا عالم کے قول پر عمل کرنا، قاضی کا کواہوں کے قول پر عمل کرنا تھلید نہیں ہے کیونکہ ایسا کرنے کی دلیل موجود ہے۔ شرح نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے (مسلم الثبوت جلد ۲ ص ۳۰۵)

غلط نہیں:

ہمیں جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو پہلے قرآن مجید میں تلاش کرتے ہیں پھر حدیث رسول ﷺ میں اگر وہاں بھی اس کا حل موجود نہ ہو تو پھر فقہ میں اس کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔

ازالہ:

آپ اپنے اس قول پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ رسول اللہ ﷺ نے دن میں پانچ نمازیں ادا کیں۔ صحابہؓ نے سیکھیں پھر آپ نماز کے مسائل کے لئے فقہ کی طرف رجوع کر کے نماز خفی کیوں ادا کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ آپ ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں اور آپ کو انہی کی بات ماننی پڑتی ہے کیونکہ تھلید کی تعریف یہ ہے۔

”تھلید یہ ہے کہ کسی دوسرے انسان کے قول و فعل کی پیروی، دلیل میں غور و فکر کئے بغیر اس اعتقاد کیساتھ کی جائے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے یا کرتا ہے وہی حق ہے کو یا کہ اس مقلد نے اس دوسرے شخص کے قول و فعل کا طوق اپنی گردن میں پہن لیا ہے۔ اور اب وہ اس سے دلیل کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ (حاشیہ حسامی)

معلوم ہوا کہ مقلد کیلئے مجتہد کا قول ہی دلیل ہوتا ہے۔ سوچئے کیا یہ تھلید شرک فی

اصلی اہل سنت کون؟

الاحکام نہیں ہے کیونکہ حکم شرعی صرف اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے جو رسول کے ذریعے لوگوں تک پہنچتا ہے۔ کسی مجتہد کی رائے اللہ کا حکم نہیں ہو سکتی۔ کیا پھر مجتہد کی رائے ہی کو حکم شرعی سمجھنا اور اس پر عمل کرنا شرک فی الاحکام نہیں۔ آنکر کو واجب الاتباع ثابت کرنے کیلئے علماء دیوبند کے شیخ الہند محمود الحسن صاحب نے قرآن مجید میں ایک آیت ہی کا اضافہ کر دیا۔ ملاحظہ فرمائیں۔

”یہ ارشاد ہوا۔ فان تنازعتم فی شیء فردوه الی اللہ والرسول والی اولی الامر منکم“ اور ظاہر ہے کہ اولی الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام کے اور کوئی ہیں سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء اور جملہ اولی الامر واجب الاتباع ہیں۔ آپ نے آیت فردوه الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر تو دیکھ لی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا بھی موجود ہے۔ (ایضاح الادلہ از محمود الحسن صاحب۔ ص ۹۷) قرآن مجید میں یہ آیت تو سورۃ النساء میں موجود ہے۔

فردوه الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر۔ (النساء آیت نمبر ۵۹)

علماء دیوبند بتائیں کہ دوسری آیت

فان تنازعتم فی شیء فردوه الی اللہ والرسول والی اولی الامر منکم کس سورت اور پارہ میں ہے۔

اور اگر وہ نہ دکھا سکیں اور یقیناً نہیں دکھا سکتے تو کیا یہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہے؟ تھلید ہی کی بدولت یہ حدیث کی پیروی نہیں کرتے۔ چنانچہ شیخ الہند محمود الحسن صاحب لکھتے ہیں۔

الحق والانصاف ان الترجيح للشافعی فی هذه المسئلة نحن مقلدون يجب علينا
تقليد امامنا ابی حنیفة.

”اس مسئلہ میں حق امام شافعی کے ساتھ ہے مگر ہم ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں ہم پر ان کی تقلید
واجب ہے لہذا ہم انہی کی پیروی کریں گے۔“ (تقریر ترمذی ص ۳۹)

غلط تھی:

آپ کو جو اختلاف نظر آتا ہے۔ یہ اختلاف نقصان دہ نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”اختلاف امتی رحمتہ“ میری امت کا اختلاف باعث رحمت ہے۔ لہذا یہ تمام فرقے حق پر
ہیں۔

ازالہ:

علامہ البانیؒ رقمطراز ہیں کہ علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ ”اختلاف امتی رحمتہ“
حدیث نہیں ہے کیونکہ یہ بلاسند ہے۔ یہ حدیث دو مختلف جملوں میں بیان کی جاتی ہے۔

۱. اختلاف اصحابی لکم رحمتہ

(میرے صحابہ کا اختلاف تمہارے لئے باعث رحمت ہے)

۲. الاصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم

(میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی تم اقتداء کرو گے ہدایت پا جاؤ گے)۔

لیکن یہ دونوں احادیث صحیح نہیں ہیں۔ پہلی حدیث سخت کمزور ہے اور دوسری
نہایت موضوع (گھڑی ہوئی) ہے علاوہ ازیں یہ قرآن پاک کے مفہوم کے خلاف ہے۔ اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب رب حکم۔

آپس میں جھگڑا نہ کرنا ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا رب ختم ہو جائے گا۔ (الانفال: ۴۶)

یہ بھی ارشاد فرمایا:

اصلی اہل سنت کون؟

”مشرکوں میں نہ ہونا اور نہ ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ کیا اور فرتے فرتے ہو گئے۔ (الروم: ۳۱، ۳۲)

معلوم ہوا کہ اختلاف کرنا باطل پرست لوگوں کا وظیرہ ہے۔ پس اختلاف کو رحمت کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ (نماز نبوی از علامہ ناصر الدین البانی)

غلط فہمی:

اگر اختلاف کرنا منع ہے تو پھر صحابہؓ اور آنمہ کرام میں اختلاف کیوں ہوا؟

ازالہ:

علامہ البانیؒ فرماتے ہیں کہ مقلدین کے اختلاف کو صحابہؓ اور آنمہ کرام کے اختلاف سے کچھ نسبت نہیں۔ مقلدین کے نزدیک امام کا قول ہی دین اسلام ہے۔ اس کے علاوہ سب کچھ منسوخ ہے یا وہ دین نہیں ہے (نعوذ باللہ)۔

جب یہ لوگ اس قدر ہٹ درمی اختیار کئے ہوئے ہیں تو ان کا عذر عند اللہ کیسے قابل قبول ہوگا؟ انہیں کتاب و سنت کے دلائل سے آگاہی بھی ہو جاتی ہے لیکن یہ اپنے امام کے قول کو نہیں چھوڑتے۔ کتاب و سنت سے پیش کئے جانے والے دلائل کو کچھ حیثیت نہیں دیتے کیا اس قسم کے اختلاف کو صحابہؓ اور آنمہ کرام کے اختلاف سے ملایا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صحابہؓ اور آنمہ کرام کے درمیان اگرچہ اختلاف بھی واقع ہوا مگر ہر امام نے یہی بات کہی کہ صحیح حدیث میرا مذہب ہے اور جب میں ایسی بات کہوں جو کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کے مخالف ہو تو میری بات چھوڑ دو۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی صفوں میں وحدت تھی وہ ایک امام کے پیچھے ایک صف میں نماز ادا کرتے تھے مگر مقلدین کی

اختلاف اس سے بالکل مختلف ہے۔ تمام مقلدین ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ احناف کے مشہور عالم مفتی الثقلین کا فتویٰ ہے کہ شافعی مرد کا حنفی عورت سے نکاح جائز نہیں۔ اس قسم کی مثالیں فقہ کی کتب میں بکثرت موجود ہیں۔ ہم نے صرف اپنا دعویٰ ثابت کرنے کیلئے یہ مثال دی ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ مقلدین کے اختلاف کو صحابہؓ کے اختلاف سے کوئی نسبت نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے اختلاف سے امت کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔ جبکہ مقلدین کے اختلاف نے غیر مسلموں کو بھی اسلام سے بدظن کر دیا ہے۔

قارئین کرام: اللہ نے فرقہ بندی کو اپنا عذاب قرار دیا ہے تو کیا آپ اسی عذاب میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ یقیناً یہ چیز آپ پسند نہیں کریں گے اگر واقعی آپ اس چیز کو پسند نہیں کرتے تو فرقہ بندی ختم کیجئے۔ مشرکین کی ہلیرہ ہے کہ جب کسی شخص کے پاس جو کسی خاص فرقے سے تعلق رکھتا ہو قرآن مجید یا حدیث نبویؐ کی کھلی دلیل پہنچتی ہے تو وہ اسے تسلیم نہیں کرتا۔ اپنے مذہب کو مانتا ہے۔ اپنے امام، پیر یا بزرگ کے قول و فعل کو تو حجت سمجھتا ہے اور قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔ کیا یہ کفر نہیں؟ کیا اپنے امام یا پیر کے قول کو دین میں داخل کرنا شرک نہیں؟

یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کے زمانے میں نہ کوئی حنفی تھا نہ شافعی، نہ کوئی قادری تھا نہ نقشبندی، اس وقت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے علاوہ کوئی چیز ماخذ قانون نہ تھا۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قول کے علاوہ کسی کا قول سند نہ تھا۔

یہاں یہ وضاحت انتہائی ضروری ہے کہ ہماری اس تحریر سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم ہر دیوبندی کو کافر و مشرک کہتے ہیں۔ اہل سنت کے آئمہ یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ گمراہ گروہ میں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ مجتہد حنفی: گمراہ فرقوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہو سکتے ہیں جو عملاً (جان بوجھ کر)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ ظاہراً اور باطناً اللہ اور اس کے رسول

اسلامی اہل سنت کون؟

ﷺ ہی کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں۔ مگر بعض ایسے امور کا اسے علم نہ ہوا جنہیں اللہ کے رسول ﷺ لے کے آئے ہیں۔ یا کسی غلط اجتہاد کے باعث یا تاویل کی بناء پر سنت کے برعکس ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو خطا (غلطی لگ جانا) اور نسیان (بھول جانا) معاف کر دیا ہے۔ لہذا اللہ پر ایمان لانے والا یہ شخص گمراہ فرقے میں شامل ہونے کے باوجود قابل مغفرت ہو سکتا ہے۔

۲۔ جاہل قابل عذر: دین کے جلی اور عظیم امور میں جہالت قابل عذر نہیں ہے مگر بعض امور ایسے بھی ہیں جن میں جہالت قابل عذر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ گمراہ فرقوں میں عوام اپنے بزرگوں اور علماء کے بدعت اقوال پر سہارا کرتے ہیں اور گمان یہ رکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کے ان اقوال کی بنیاد قرآن و سنت ہے۔ یہ جاہل سنت کی اس لئے خلاف ورزی کرتے ہیں کہ انہیں علم نہیں ہوتا۔ ظلم ہو جانے کے بعد یہ خلاف سنت افعال سے توبہ کر لیتے ہیں۔ تو ایسے جاہل گمراہ فرقے میں ہونے کے باوجود صرف ناقص ایمان اور مبتدئ کہلا نہیں گئے۔ ان کی خطا قابل مغفرت ہو سکتی ہے۔

۳۔ فاسق یعنی نافرمان:

گمراہ فرقوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو باطن اور ظاہر ایمان رکھتے ہیں مگر جہالت اور ظلم کی بناء پر سنت کی مخالفت کرتے ہیں۔ دین کے بعض امور ایسے بھی ہیں جن کی مخالفت کی بناء پر کوئی شخص کافر یا منافق نہیں ہوتا بلکہ فاسق یا عاصی (گنہگار) ٹھہرتا ہے۔ تاویل کی بناء پر اس کی غلطی قابل مغفرت ہو سکتی ہے جبکہ وہ اپنے ایمان اور تقویٰ کی بناء پر اللہ سے دوستی اور وفاداری کا رشتہ قائم رکھتا ہو۔

۴۔ گمراہ مشرک:

گمراہ فرقوں میں کافر و مشرک بھی ہیں جو صریحاً کفر و شرک کا عقیدہ رکھتے اور اس کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ ایسے لوگ جو وعدۃ الوجود اور حلول کے قائل ہوئے۔ بشر کے بارے میں اللہ ہونے کا اعتقاد رکھا۔ مردوں سے رزق کے طلبگار ہوئے۔ بعض لوگوں کو اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے بے نیاز تر کر دیا۔ یقیناً کافر و مشرک ہیں۔

معلوم ہوا کہ گمراہ فرقوں میں کسی گمراہ پر معصیت، فسق، کفر یا شرک کا مطلق حکم لگایا درست ہے مگر ان میں شامل ہر شخص کو کافر و مشرک سمجھنا غلط ہے۔ کیونکہ کسی شخص کو متعین کر کے اس پر کفر یا شرک کا حکم لگانے میں چند باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

۱۔ جہالت:

کسی شخص کو اس وقت تک کافر نہ کہا جائے جب تک اس پر حجت قائم نہ ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مسئلہ میں آیات و احادیث سے وہ جاہل ہو اور جہالت اس کیلئے عذر بن جائے۔

ب۔ تاویل:

اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ دھری آیات و احادیث کے الٹ ہونے کی بناء پر ان آیات و احادیث کی تاویل کرنا پڑے گی تو ایسے شخص کو متعین کر کے اس پر فتویٰ نہیں لگایا جائے گا اگرچہ اس کے کام کو تو کفر یہ کہا جائے گا۔

ج۔ اکراہ:

اگر کوئی شخص مجبور کر دیا جائے کہ وہ کفر یہ قول یا فعل کرے تو اس پر بھی فتویٰ نہیں لگایا جائے گا۔

د۔ بلا قصد:

بعض اوقات انسان ایسی کفر یہ بات کہتا ہے جس کے مفہوم پر اس نے غور ہی نہ کیا ہو۔ بلا قصد و کلمات اس کی زبان سے نکلے ہوں تو اس پر بھی فتویٰ نہیں لگایا جائے گا۔ مگر فتویٰ سے پرہیز کرتے ہوئے اہل سنت کے علماء کافر یا کفریہ ہے کہ وہ گمراہ لوگوں

اسلامی اہل سنت کون؟

کی گمراہی واضح کر کے بیان کریں۔ امت کو ان سے خبردار کریں۔ سنت کو غالب کریں اور مسلمانوں کو اس کی تعلیم و تبلیغ کریں۔ بدعات کو مٹانے کی کوشش کریں۔ کیونکہ مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ اللہ کے دین اور اس کی شریعت کا بیان اور گمراہ فرقوں کی نشاندہی لازم ہے۔ اگر علماء اہل سنت گمراہ لوگوں کے پھیلائے ہوئے شر کو رو نہ کرتے تو آج مسلمانوں میں گمراہی بہت زیادہ پھیل چکی ہوتی اور دین حق کی تلاش بہت مشکل ہو جاتی۔

لہذا کسی متعین شخص پر فتویٰ لگانا اور مسئلہ ہے اور اس کے شر سے لوگوں کو خبردار کرنا اور بچانا دوسرا معاملہ ہے۔ بلکہ وہ قول جو کتاب و سنت کی رو سے کفر ہو اس کو کفر ہی کہا جائے گا۔ مثلاً صفات الہی کی نفی کفر ہے۔ اس بات کا انکار کفر ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کے دن دیدار کرائے گا۔ اللہ عرش پر ہے۔ قرآن کلام الہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ اس طرح کے دیگر واضح مسائل کا انکار بھی کفر ہے۔ اور یہ بھی کہا جائے گا کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے مگر تکفیر مطلق اور اور تکفیر معین لازم و ملزوم نہیں۔ یعنی فرداً فرداً ہر شخص کو کافر نہیں کہا جائے گا جب تک اس پر حجت قائم نہ ہو جائے۔ ہو سکتا ہے اس نے اس مسئلہ میں آیات و احادیث سن لی نہ رکھی ہوں یا سنی ہوں تو اس کے نزدیک وہ پایہ ثبوت کو نہ پہنچتی ہوں۔ یا اس کے خیال میں کچھ دوسری دلیلیں ان آیات و احادیث کے اثر پر پاتی ہوں۔ جس کی بناء پر ان کی تاویل ضروری سمجھتا ہو۔ اس قسم کے گمان رکھنے میں چاہے وہ غلطی پر ہی کیوں نہ ہو مگر اسے متعین کر کے حکم نہیں لگایا جائے گا۔

مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ ایسے شخص کو نمازوں کا امام مان لیا جائے اور اپنی نمازیں اس کے پیچھے ادا کر کے مبرا و کرلی جائیں کیونکہ ان گمراہ عقائد کے حاملین علماء و دیوبند کے پیچھے کسی بھی مؤحد کی نماز نہیں ہوتی۔

آئمہ اہل سنت کسی شخص کے عقیدے کے بارے میں علم حاصل کرنے کے بعد ہی اس

کے پیچھے نماز ادا کرنا پسند کرتے تھے۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبلؒ نے ایک سائل کو کیا: جب امام ابو عمر عثمان بن مرزق مصر میں تشریف لائے تو مصر میں بدعات اور منکرات کی بھرمار تھی۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو کہا کہ جب تک کسی کے عقیدے کے بارے میں معلوم نہ ہو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔

گمراہ مشرکوں، ورگاہوں، آستانوں اور پیروں کے پجاری، مردوں کی عبادت کرنے والے، حلویہ، اتحادیہ اور وحدۃ الوجود کے قائل اور نبی اکرم ﷺ کے مقابلے میں پیروں، فقیروں اور اماموں کی اطاعت کے داعیوں کے پیچھے نمازیں ادا کرنا حرام ہے کیونکہ یہ فرقے کی طرف دعوت دیتے ہیں اور فرقہ بندی گمراہی ہے۔

انھیں اور فرقہ بندی سے نجات حاصل کیجئے تاکہ آپ اسلام کی اصل برکات کو حاصل کر سکیں۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ، جَهَنَّمَ وَسَاءَ ثَمَرًا.

ترجمہ: ”اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبرؐ کی مخالفت کرے۔ اور مومنوں کے رستے کے سوا اور رستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے۔ اور قیامت کے دن جہنم میں داخل کریں گے اور وہ ہم کی جگہ ہے۔ (النساء ۱۱۴ء)